چاند کے پار
(افسانوی مجموعہ)
منظر عباس

شروع کرتا ہوں

اللہ

کے نام سے جو رحمان، رحیم اور کریم ہے

خداوند کریم کا شکر ہے کہ اس نے مجھے دوسرا افسانوی مجموعہ

"چاند کے پار"

پیش کرنے کی صلاحیت عطا فرمائی اور علم کی بے بہا دولت سے نوازا، تا کہ

میں دوسروں کو علم کی روشنی دے سکوں۔

(افسانوی مجموعہ)

— منظر عباس

(۱) یہ کتاب بہار اردو اکاڈمی کے جزوی مالی تعاون سے شائع ہوئی ہے۔
(۲) کتاب میں شائع مشمولات یا کسی قابل اعتراض مواد کے لئے بہار اردو اکاڈمی ذمہ دار نہیں ہے۔

CHAND KE PAR

Short stories by

Manzar Abbas

Year of Edition : 2014

Price : ₹250/- Price Outside India : $ 13/-

Liberary Price : 320/-

نام کتاب : "چاند کے پار" (افسانوی مجموعہ)

مصنف وناشر : منظر عباس

مصنف کا پتہ : معرفت پیارے حسن

محلہ دریاپور، پوسٹ بانکی پور، پٹنہ-800004

موبائل:9308462743

سال اشاعت : 2014ء

تعداد : 400

قیمت : ₹ 250 ہندوستان سے باہر: 13 $(امریکی ڈالر)

لائبریری کیلئے : ₹ 320

کمپوزنگ و ڈیزائننگ : سیدہ قمر فاطمہ زیدی

طباعت : احمد گرافکس، سبزی باغ، پٹنہ ۴

❖

کتاب ملنے کا پتہ

- بک امپوریم اردو بازار سبزی باغ پٹنہ۔ ۴
- پرویز بک ڈپو، اردو بازار، سبزی باغ، پٹنہ ۴
- صادق اینڈ برادر بک ایجنسی معرفت پیارے حسن، دریاپور، پٹنہ ۴ 9308462743
- ادارہ اصلاح، مسجد دیوان ناصر علی، مرتضیٰ حسین روڈ، یحییٰ گنج، لکھنو
- نظامی پریس بک ڈپو، وکٹوریہ اسٹریٹ، لکھنؤ
- جعفری پروپگیشن سینٹر، باندرہ، ممبئی ۵۰۰۰۵۰

انتساب

بصد احترام

ہر دلعزیز نانا جان کے نام

جن کے حکم سے ان اساتذہ نے مجھے تعلیم سے آراستہ کیا

استاد محترم حافظ صاحب کے نام

استاد محترم ماسٹر احسان الحق کے نام

ان اساتذہ کی شفقت اور محبت کے سائے میں مجھے ایسی درس ملی کہ میری ہر سانس سے مذہب سے لے کر ادب تک کے پیغامات کو پہنچانے کی آتی ہے صدا

آخر میں

استاد محترم حیدر سعیدیؔ کے نام

جنہوں نے مجھے افسانہ نگاری کے تمام فنون سے روشناس کرایا۔ جس سے میری تخلیق اور نکھر گئی۔ عین شباب میں ان کی زندگی کی شمع بجھ گئی وہ کہتے ہیں

کل زندگی میں ساتھ تھی جو شمع آرزو

وہ رو رہی ہے آج تمہارے مزار پر

فہرست

❖❖❖

باتیں کچھ دل کی

ہماری مادری زبان اردو ہے یہ اردو تہذیب و ادب کا حصہ ہے یہ بہت شیریں زبان ہے۔ اردو میں جو جملے لکھے جاتے ہیں ان جملوں میں دل کو چھو لینے والی مٹھاس ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہر مذہب میں اردو کو سینے سے لگایا گیا ہے۔

ہر دور میں تخلیق کار نے اردو کی شمع روشن کی ہے اور اردو کو زندہ و سلامت رکھنے میں ایک تخلیق کار اہم رول ادا کرتا ہے اگر وہ مضمون نویس ہے تو بھی یا افسانہ نگار ہے تو وہ بھی اپنی تخلیق سے اردو کو زندہ و سلامت رکھتا ہے اور اپنے قاری کو پیارے اور شیریں جملے دے کر اس کے دلوں کو جیت لیتا ہے۔

افسانہ نگاری کا فن ایک ایسا فن ہے جس میں سماج میں ہونے والے تمام واقعات چاہے غریب کا گھر جل رہا ہو یا جہیز کی وجہ سے کسی خاتون کو جلایا گیا ہو، کسی کی بے وفائی ہو، محبت کے آخری لمحے میں اپنے معشوق کا دوبارہ مل جانا یا کسی خاتون کو مجرم بنا دیکھنا ہو یا گاؤں کی خوشحالی دیکھنی ہو، خزاں میں بہار کا موسم آجانا، ملک دشمن عناصر جو معصوم بے گناہوں کا خون بہاتے ہیں جن کے دلوں میں انسانیت نہیں ہوتی ۔ غرض کہ سماج میں اچھائیاں، برائیاں، بے وفائی، ظلم و زیادتی جیسے پہلو ہوتے ہیں اس پر تخلیق کار کی یعنی افسانہ نگار کی پوری نظر ہوتی ہے اور پورے سماج کا جائزہ لیتا رہتا ہے کہ اس سماج میں انسان کس طرح زندگی بسر کر رہا ہے۔ فٹ پاتھ پر رہنے والوں پر کیا گزر رہی ہے۔ وہ

سماج میں ہونے والے تمام حالات کا جائزہ لے کر افسانوی رنگ میں ڈھال دیتا ہے۔
جس پلاٹ میں سماج میں ہونے والی تمام باتوں کی عکاسی ہوتی ہے۔

افسانہ کے پلاٹ میں ٹریجڈی، سسپنس ہونا بے حد ضروری ہے۔ اگر افسانے میں یہ تمام خوبیاں نہ ہو تو قاری کو کوئی لطف نہیں آئے گا۔ کہانی کا مقصد یہی ہے کہ اس میں تمام چیزیں موجود ہوں اور قاری اسے پڑھ کر لطف اندوز ہوں اور سماج میں جو بھی واقعات ہو رہے ہیں اس کو معیاری بنا کر خوبصورت لفظوں میں پرو کر قاری کے سامنے پیش کیا جائے اور قاری پڑھ کر اس سے فائدہ اٹھائے، معلومات حاصل کرے اس کے معلومات میں اضافہ ہو۔ نصیحت کی باتیں ملیں تاکہ سماج کا ہر فرد جو افسانہ کو پڑھے اس کے اندر ایک اصلاح کا جذبہ پیدا ہو۔ افسانہ بھی قاری کو ایک پیغام دیتا ہے کہ افسانہ پڑھ کر نصیحت اپنائی جائیں۔ سماج میں ہونے والی برائیوں سے پرہیز کریں، یہی افسانے کا فن ہے۔

سماج میں صرف علمائے دین پر ہی ذمہ داری نہیں ہے کہ وہ معاشرے کی اصلاح کریں بلکہ ایک تخلیق کار پر بھی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنے معاشرے کی اصلاحی مضمون سے، افسانوں سے اصلاح کرے۔ اس موجودہ دور میں صرف عشقیہ افسانے لکھنے کا وقت نہیں ہے۔ اب ضرورت ہے کہ ایسے افسانے لکھے جائیں جس سے معاشرے کی اصلاح ہو اور قاری اس افسانہ کو پڑھ کر اپنی زندگی پر اس کا عکس ڈالے اور اگر تخلیق کار اپنے آس پاس رونما ہونے والے تمام واقعات پر روشنی ڈال کر افسانہ اور مضمون کی شکل میں ڈھال کر قاری کو فائدہ پہنچاتا ہے تو یہ بھی ایک طرح کی نیکی ہے جس سے کسی کی زندگی سنور جاتی ہے اور معاشرے کی برائیاں دور ہوتی ہیں۔

ماضی میں بہت زیادہ ناول لکھے جاتے تھے لیکن دھیرے دھیرے حالات بدلے اور وقت کی کمی کی وجہ سے زیادہ تر افسانے لکھے جانے لگے تاکہ کم وقت میں قاری اس

افسانہ کو پڑھ کر فائدہ حاصل کرے۔ منی افسانے بھی لکھے جانے لگے ہیں۔

مجھے بچپن سے ہی اردو ادب سے لگاؤ رہا ہے۔ میں نے ہمیشہ ہی اردو کو اپنا دل اور جان سمجھا ہے اور مجھے اردو سے بے حد لگاؤ ہے۔ میں ہمیشہ ہی اردو میں لکھتا پڑھتا ہوں اور کچھ جاننے کی کوشش کرتا ہوں۔ اگر انسان میں شوق ہو جذبہ ہو ایمانداری ہو ایک لگن ہو اور جنون کی حد تک وہ چلا جائے تو یقینی کامیابی اس کے قدم چومے گی۔

میری اردو کی ابتدائی تعلیم مدرسے میں ہوئی اور پھر مڈل اسکول اور ہائی اسکول میں بھی میری اردو کی پڑھائی کا سلسلہ جاری رہا اور میں نے آگے کی تعلیم میں بھی اردو کی تعلیم کا سلسلہ جاری رکھا، میں نے ہمیشہ اردو کو اپنے سینے سے لگائے رکھا۔ میں نے فرسٹ ڈویزن سے میٹرک پاس کیا اور اردو میں سب سے اچھا نمبر بھی آیا۔ میں نے اپنی تعلیم کا سلسلہ جاری رکھتے ہوئے اسلامیہ کالج سیوان اور بہار یونیورسٹی سے تعلیم حاصل کرتا رہا۔

میرے آباو اجداد کی طرح مجھے بھی اردو سے لگاؤ رہا اور اس سرزمین کی مٹی کا اثر بھی رہا جہاں بزرگ عالم دین، تخلیق کار، شاعروں نے ہمیشہ اپنی شمع جلائے رکھی۔ میرا بھی تعلق اسی قصبہ حسن پورہ سے ہے جو سیوان کا ایک قصبہ ہے جہاں علامہ جمیل مظہری کی جائے پیدائش ہے۔ شاید یہی وجہ ہے کہ اس سرزمین پر آج بھی اردو کا چراغ جل رہا ہے اور میں نے بھی مضمون نویسی کے ذریعہ افسانہ نگار بن کر اردو کی شمع روشن کرنے لگا۔ لیکن مجھ میں کچھ کمی تھی۔ میری کمی کو دور کرنے اور مجھے مضمون نویس اور افسانہ نگار بنانے میں جس عظیم شخصیت نے عزم وہمت وحوصلہ دیا اور جس نے اس دبی ہوئی چنگاری کو شعلہ بنایا اس کا تذکرہ میرے لئے بے حد ضروری ہے کہ ان کا تذکرہ کر دیا جائے میری مراد عظیم شخصیت اور افسانہ نگار آسی رام نگری سے ہے جن کے بلند عزم وہمت وحوصلہ دینے پر میں آج افسانہ نگار بن گیا۔

اور دوسرا نام استاد محترم حیدر سعیدی لکھنوی کا ہے جو میرے استاد محترم تھے۔

جنہوں نے مجھے اپنی صحبت میں رکھ کر پوری طرح سے افسانہ کا فن سکھایا اور ان کی دی ہوئی تعلیم پر میں نے عمل کیا اور آج اللہ کا شکر ہے کہ افسانہ نگار بنا وہ خود بھی بہت اچھے افسانہ نگار تھے اور شاعر بھی تھے۔ لیکن نوجوانی میں ہی اس دنیائے فانی کو الواع کہہ گئے۔ اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت کرے اور ان کو جوار رحمت میں جگہ دے۔ (آمین)

نئی نسل اردو سے دور ہوتی جارہی ہے۔ چراغ اردو کی حفاظت ضروری ہے۔ آندھیوں میں اردو کی شمع روشن ہے۔ ہر طرف سے اردو کو مٹانے کی سازش چل رہی ہے۔ اردو کا حق نہیں دیا جاتا ہے۔ اردو جاننے والوں کی بولنے والوں کی تعداد کم ہوتی جارہی ہے۔ ہم خود بھی اس سازش میں شریک ہیں۔ اردو ہماری مادری زبان ہے ہمارا فرض ہے کہ بچپن سے اپنے بچوں کو اردو کی تعلیم دیں۔ انگریزی کے ساتھ اردو پڑھنا بھی سکھائیں۔ اردو کے اخبارات اور رسالے اپنے گھروں میں منگوائیں اور خود بھی پڑھیں اور اپنے بچوں کو بھی پڑھنے کی تاکید کریں۔ تبھی اردو کا حق ادا ہوگا اور ہمارا فرض ادا ہوگا۔ حکومت سے بھی مطالبہ کریں کہ اردو کا حق دیا جائے۔ ایک پلیٹ فارم سے آواز بلند کریں تو یقینی اردو کا حق ملے گا۔

میں نے اس آندھیوں میں اردو کا چراغ اپنے مضمون نویسی اور افسانہ نگاری سے جلائے رکھا ہے اور ادب کی خدمت کر رہا ہوں اور نئی نسل کو بھی چاہتا ہوں کہ وہ اردو کا چراغ جلائے رکھیں۔ اس دور میں جب کہ ہر طرح سے گرانی آسمان چھو رہی ہے ویسے حالات میں میں نے اپنے ایک افسانوں کا مجموعہ جس کا نام ''نین ہوئے بے چین'' شائع کیا ہے اور قاری کو ہر طرح کا پلاٹ دیا ہے کہ وہ نصیحت حاصل کرے۔ اس مجموعے میں اصلاحی افسانے بھی ہیں۔ اور پھر اللہ کا شکر ہے کہ مجھے اپنا دوسرا افسانوی مجموعہ ''چاند کے پار'' کو آپ کے سامنے پیش کرنے کا موقع ملا۔ مجھے امید ہے کہ آپ کو میرا دوسرا افسانوی مجموعہ بہت پسند آئے گا۔ آپ میری ترقی کے لئے دعائیں کریں گے۔ مجھے اللہ تعالیٰ

سے اور درِاہلبیت سے پوری امید ہے کہ وہ میری محنت کا صلہ ضرور دے گا۔ ادب دوست حضرات مجھے ہر طرح سے دامِ درمے، قدمے سخنے تعاون دیں گے جس کا صلہ انہیں دربار پروردگار عالم سے ضرور ملے گا۔

آخر میں میرے محترم دوست اور نامور افسانہ نگار عبید قمر جو کہ اب اس دارِفانی سے کوچ کر چکے ہیں ان کے لیے میں تہ دل سے دُعا گو ہوں کہ اللہ انہیں اپنے جوارِ رحمت میں جگہ عطا فرمائے اور کروٹ کروٹ جنت نصیب کرے۔

اس کے ساتھ ساتھ میری یہ بھی دعا ہے کہ جن اُدبا اور شعراء کا مجموعہ کتابی شکل میں نہیں آیا ہے اللہ تعالیٰ انہیں بھی کامیابی عطا کرے اور ان کا مجموعہ کلام جلد از جلد منظر عام پر آجائے اور ان کی خواہش پوری ہو جائے۔ (آمین)

—— منظر عباس

منظر عباس کے افسانے اور ان کی علمی صلاحیت

میں منظر عباس کو بہت قریب سے جانتا ہوں۔ یہ صوبہ بہار کے اس ضلع قصبہ حسن پورہ سے تعلق رکھتے ہیں۔ جہاں کی زمین بہت زرخیز ہے۔ حسن پورہ کی پہچان عظیم بزرگ ولی کامل حضرت سید مخدوم حسنؒ سے ہے جن کے نام پہ یہ بستی آباد ہوئی ہے۔

اور دوسری عظیم صلاحیت ادب کے بلند درجات کے شاعر علامہ جمیل مظہری کی ہے جن کا آبائی وطن حسن پورہ ہے۔ جنہیں ہند پاک میں عالمی شہرت مل چکی ہے۔ ویسے تو پوری زمین سیوان ہی زرخیز ہے اور اس زمین کو یہ فخر حاصل ہے کہ ہندوستان کے اول صدر جمہوریہ ڈاکٹر راجندر پرساد کی جائے پیدائش ہے جو پوری دنیا میں اپنی صلاحیت کا لوہا منوا چکے ہیں اور ایوارڈ و انعامات سے وہ نوازے گئے۔ آج تک کسی کو بھی اتنا انعام نہیں ملا ہے۔ انہوں نے میٹرک بورڈ کے امتحان کی تمام کاپیاں انگریزی زبان میں لکھی تھی اور انگلینڈ کے ایک مقابلہ جاتی امتحان کی کاپی جانچ کرنے والے انگریز نے یہ کھلے لفظوں میں لکھا تھا کہ کاپی جانچنے والے اگزامنر سے امتحان دینے والا طالب علم زیادہ جانتا ہے۔

آج مجھے یہ لکھتے ہوئے فخر محسوس ہو رہا ہے کہ اس سرزمین کے فنکار پر قلم اٹھا رہا ہوں جو ایک بار پھر اس زمین کو روشن کر رہا ہے۔

میرے تعلقات منظر عباس سے پرانے ہیں۔ میں نے جب ان کے افسانے اور

مضمون اور دینی مضمون کا جائزہ لیا تو مجھے پتہ چلا کہ ان کی تحریر دور جدید میں ایک سبق آموز پیغام ہے اور اگر اس پر قاری اپنی اصلاح کرنی چاہے تو معاشرے میں ایک نئی روشنی پیدا ہوگی۔ کچھ دن پہلے منظر عباس کا افسانوی مجموعہ ''نین ہوئے بے چین'' شائع ہو کر کافی مقبول ہو چکا ہے اور اس نے بہار، یوپی، دہلی، حیدرآباد وغیرہ میں کافی دھوم مچائی ہے۔ بلکہ یہ کہا جائے کہ پورے ہندوستان میں اس کی مانگ ہے۔ اس کے بعد ان کا ایک مضامین کا مجموعہ ''ہدایت کی روشنی'' شائع ہوا وہ بھی کافی مقبول ہوا۔ جس میں مذہبی باتوں سے لے کر سماجی باتوں پر پوری روشنی ڈالی گئی ہے اور آج بھی ان کی کتاب ''ہدایت کی روشنی'' مرد و خواتین کو پڑھنے کی شدید ضرورت ہے۔ ایسے دور میں جب مغربی کلچر مرد و خواتین پر حاوی ہوتا جا رہا ہے اور مرد و خواتین اپنے ہندوستانی کلچر کو بھولتا جا رہا ہے۔ ایسے وقت میں ان کی یہ کتاب ''ہدایت کی روشنی'' معاشرے میں یقینی طور پر اصلاح کا کام کرے گی۔ اردو سے ان کا بے حد قریبی لگاؤ ہے۔ ان کے افسانوی مجموعہ ''چاند کے پار'' میں ۱۷ افسانے ہیں۔ میں سمجھ گیا کہ پھر انہوں نے تفریحی افسانے نہیں لکھے ہوں گے۔ ہر مرد و خواتین کے لئے دل کو چھو لینے والی تحریر ہوگی اور پھر معاشرے کے ہر مرد و خواتین کے لئے سبق آموز پیغام ہوگا۔ اس افسانوی مجموعہ ''چاند کے پار'' میں شائع ہونے والے چار افسانے میرے مطالعے میں آئے ہیں جیسے ''چاند کے پار''، ''لاش پر پھول''، ''گہرے زخموں کی صدا'' اور ''تاثیر'' اہم ہیں۔ پہلا افسانہ ''چاند کے پار'' بیانیہ انداز ہے۔ سیدھا سادا افسانہ ہے، سبق آموز ہے۔ دوسرا افسانہ ''لاش پر پھول'' بہت ہی اچھا افسانہ ہے جس میں اپنے وطن کی محبت کو دکھایا گیا ہے۔ تیسرا افسانہ ''گہرے زخموں کی صدا'' طویل ہے۔ طرز تحریر پیاری ہے۔ چوتھا افسانہ ''تاثیر'' سبق آموز اور دلچسپ بھی ہے۔

منظر عباس کے چاروں افسانے دلچسپ بھی ہیں اور ان سے اصلاحی تکمیل بھی ہوتی ہے۔ منظر عباس افسانے کو محض تفریح کا ذریعہ تصور نہیں کرتے ہیں بلکہ ان کے توسط سے

معاشرے میں بڑھتی ہوئی برائیوں کی اصلاح کے بھی خواہاں ہیں۔ ان کی سادہ اور سلیس زبان سے افسانوں کی دلکشی اور دلچسپی میں اضافہ ہوا ہے۔ میں اپنے تجربے کی بنیاد پر ان کے افسانوں کا برابر مطالعہ کرتا آ رہا ہوں۔ دور جدید میں یہ جس طرح کے افسانے لکھ رہے ہیں اس سے یہ محسوس ہوتا ہے کہ فن افسانہ نگاری پر ان کا گہرا مطالعہ ہے اور تمام چیزیں جو ایک افسانے کی کامیابی کی ضامن ہے وہ موجود ہیں جیسے دلچسپ پلاٹ کا ہونا، ایک کہانی یا افسانے کے لئے یہ ضروری ہے کہ دلچسپ پلاٹ کے ساتھ ساتھ کہانی میں ٹریجڈی ہو، کلائمکس ہوتا کہ قاری یہ سوچنے پر مجبور ہو کہ آگے کیا ہوگا اور اسی امید پر وہ کہانی کا مطالعہ کرتا رہے۔ میں نے دنیائے ادب کے تمام بڑے افسانہ نگاروں سے لے کر چھوٹے افسانہ نگار کو پڑھا ہے۔ اس وقت ہمارے ملک میں پانچ ہزار سے زیادہ افسانہ نگار ہیں اور سبھی یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ میں افسانہ نگار ہوں۔ صرف دعویٰ کرنے سے بہتر افسانہ نہیں ہوتا۔ افسانہ وہ ہے جسے قاری پڑھنے پر مجبور ہو جائے اور جب تک افسانہ ختم نہ ہو اسے سکون نہ ملے۔ قاری اس کا جج ہے جو افسانے کی کامیابی کی دلیل دے گا۔

منظر عباسؔ کے افسانوں کو پڑھنے کے بعد قاری نے جو رائے ظاہر کی ہے اور ان کے موبائل فون پر تعریفی ایس ایم ایس آئے ہیں وہی تو کامیابی کی دلیل ہے۔ افسانے کی کامیابی کا دوسرا پہلو یہ بھی ہے کہ وہ قاری کے ذہن کے دریچوں کو کھول دے۔ اس کا ضمیر جاگ اٹھے اور یہ محسوس کرے کہ واقعی ایسی ہی کہانی کی ضرورت ہے اور اس کے ساتھ قاری کو ایسا محسوس ہو کہ یہ واقعہ کسی کی زندگی سے بالکل قریب ہے۔ اس کے طرز و بیان میں دلکشی ہے۔ منظر عباس کے افسانوں کو پڑھنے کے بعد نفسیات پر اثر پڑتا ہے اور قاری سوچنے پر مجبور ہو جاتا ہے کہ اس کے سامنے کہیں یہ واقعہ ہوا ہے۔

ماضی میں جو افسانے لکھے جاتے تھے ان کا طرز و بیان ان کے پلاٹ اس وقت کے حالات پر مبنی تھے لیکن اردو ادب نے کئی کروٹیں بدلیں اور ماضی کے کئی افسانہ نگاروں

نے اس کے حالات کے مدنظر کہانی لکھی۔

وقت اور حالات بدلتے چلے گئے۔ انگریزوں کا دور تھا۔ پھر نوابوں کا دور آیا، پھر تاریخ نے کروٹ لی اور زمینداری کا دور آیا وہ بھی ختم ہوا۔ غرضیکہ ایک افسانہ نگار کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ اپنے دور کے مناظر کو قلم بند کرے۔ حالات پر پوری نظر رکھ کر کہانی لکھے۔ اگر نفسیاتی طور پر افسانے کو پڑھنے کے بعد قاری کی زندگی اس سانچے میں ڈھلنے لگے تو یہ بھی افسانہ کی کامیابی کی دلیل ہے۔

دور جدید میں جہاں ایک طبقہ کی علمی صلاحیت بہت بلند ہے وہیں دوسری طرف ایک طبقہ کی علمی صلاحیت پستی کی طرف جارہی ہے۔ اردو سے دوری ہو چکی ہے اور اگر اردو جانتا بھی ہے تو اردو کے اتنے گہرے الفاظوں کے معنی سے واقف نہیں ہے تو ایسے حالات میں دنیائے اردو ادب کو ایسا افسانہ پڑھنے کو دیا جائے جس میں سادہ اور سلیس زبان کا استعمال کیا گیا ہو تو زیادہ بہتر ہے۔ اسی وقت قاری کو کہانی کے عکس فائدہ پہنچائیں گے۔

منظر عباس نے اپنے افسانے میں زبان کا خاص خیال رکھا ہے۔ وہ محسوس کرتے ہیں کہ گاؤں سے لے کر شہر تک اردو پڑھنے والے اقبالؔ، غالبؔ، میرؔ، انیسؔ دبیرؔ اور جمیل مظہریؔ کے دور میں نہیں ہیں۔ اب تو اگر اس دور میں افسانے پڑھ لئے جائیں اور قاری اس کی تعریف میں مسکرائے تو یہ بھی ایک کامیابی کی دلیل ہے۔ منظر عباسؔ نے اپنے افسانوں میں تمام تر وہ چیزیں پیش کی ہیں جو بڑے فنکاروں نے پیش کی ہیں۔ اس لئے اگر یہ کہا جائے کہ وہ اس وقت اپنی علمی صلاحیت کے عروج پر ہیں تو غلط بیانی نہیں ہوگی۔

میں یہ جانتا ہوں کہ اگر کسی کی علمی صلاحیت کو چھپایا جائے اور حق گوئی نہ بیان کی جائے تو وہ گنہگار ہوگا۔ ہم ایک فنکار تو ہیں ہی لیکن ہمارے اوپر حق بولنے کی ذمہ داری ہے۔ ہمارا فرض ہوتا ہے کہ ہم کسی بھی حالات میں دشمنوں کے نرغے میں گھرے ہوں، ہم پر کسی کا دباؤ ہو تو اس وقت تمام باتوں کو بالائے طاق رکھ کر حق کا ساتھ دیا جائے اور اس کی

علمی صلاحیت سے پردہ اٹھانا چاہئے۔

میں نے بھی منظر عباس کی علمی صلاحیت کی پردہ پوشی نہیں کی ہے اور حق گوئی بیان کر رہا ہوں۔ یہ کبھی افسانہ نگار نظر آئے تو کبھی مضمون نویس اور تو کبھی اچھے صحافی۔ ان کے اندر علمی صلاحیت کا خزانہ پوشیدہ ہے اور مجھے امید ہے کہ اگر انہوں نے اسی طرح سے مشق جاری رکھا تو وہ دن دور نہیں کہ ادب کی بلند ہستیوں میں ان کا نام بھی شامل ہو جائے گا۔ ان کی علمی صلاحیت کا اعتراف بہار اردو اکیڈمی اور دیگر اداروں نے بھی کیا ہے اور قاری بھی ان کی تخلیق کا اعتراف کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔

آخر میں میری بھی دُعا ہے آرزو ہے تمنا ہے کہ اپنی تحریروں سے فن کے بام عروج پر نظر آئیں اور بڑے افسانہ نگاروں کی فہرست میں ان کا بھی نام شامل ہو۔ بیدی، منٹو کی روحیں بھی ان کے اس فن سے خوش ہو کر دادِ تحسین دیں کہ آج بھی ادبی دنیا میں منظر عباس اپنی علمی صلاحیت کی بنیاد پر ماضی کی طرح قاری کو دلچسپ اور اصلاحی تخلیق فراہم کر کے ان کا دل جیت رہے ہیں۔

کرار کاظمی

سینئر صحافی، ادیب، افسانہ نگار و ناول نگار

مدیر اعلیٰ۔ ہفتہ روزہ بانگ درا

ماہنامہ ''آوازِ امروز''

حیدرآباد

میری نظر میں

منظر عباس کا تعلق ضلع سیوان کے اسی مردم خیز سرزمین حسن پورہ سے ہے کہ جس زمین سے جمیل مظہری جیسی شخصیت کا بھی تعلق تھا جنہوں نے اردو کی مختلف اصناف میں جوہر کمال دکھاتے ہوئے اردو ادب میں ایک نئی راہ کی داغ بیل ڈالی۔ چنانچہ جمیل مظہری کے زیر اثر بعض شخصیتیں ایسی ہوئیں جو ادب میں ماہ وانجم بن کر چمکے۔ منظر عباس بھی انہیں لوگوں میں ہیں جو اپنی عملی زندگی اور علمی خدمات سے اس زمین کے نام کو خوب روشن کررہے ہیں۔ اردو زبان کے مختلف اصناف میں منظر عباس نے اپنی ذہنی جودت اور فکری بصیرت کا ثبوت بہم کیا ہے۔ جس کا اعتراف بہار اردو اکیڈمی نے بھی کیا ہے۔

زیر نظر کتاب ''چاند کے پار'' افسانوں کا ایک ایسا انتخاب ہے جسے افسانوی ادب میں سنگ میل قرار دیا جاسکتا ہے۔ کیونکہ ان افسانوں میں وسعت و گہرائی، قصہ گوئی، آفاقی عناصر اور احساسات بدرجہ اتم پائے جاتے ہیں۔ منظر عباس کی افسانہ نگاری کی خصوصیات میں ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ انہوں نے اپنے افسانوں کو کسی ازم کی تشہیر کا ذریعہ اور آلہ نہیں بننے دیا، بلکہ ان کے افسانوں میں انفرادیت اور رومانیت کا جو خوبصورت امتزاج ہے اور زندگی کی حسن کی دلکشی چھلکی پڑتی ہے۔

عشقیہ واردات کے خوشگوار فضا کے ساتھ ساتھ زندگی کے سفاک حقائق کی تصاویر بھی نظر آتی ہیں۔ ان کے افسانوں کے موضوعات میں تنوع پایا جاتا ہے جس بنیاد پر زندگی کے

تقاضوں کو سمجھنے میں کمک ملتی ہے اور یہی ایک افسانہ نگار کی کامیابی کی کلید بھی ہے جس میں منظر عباس پوری طرح کامیاب و کامران ہیں۔ امید ہے کہ اہل علم حضرات ان کی اس سعی کو ضرور داد دیں گے۔ میری دُعائیں ان کے ساتھ ہیں۔

ڈاکٹر ریحان حسن

شعبہ اردو، فارسی

گرونانک دیو یونیورسٹی

امرتسر (پنجاب)

تاثیر

''فاروق انجینئر صاحب کو اللہ نے دو صاحبزادیاں عطا کی تھیں۔ بڑی لڑکی فرحت اور چھوٹی لڑکی ذکیہ تھی۔ انجینئر صاحب نے دونوں لڑکیوں کی یک کے بعد دیگرے شادی کردی تھی۔ لیکن بدقسمتی یہ رہی کہ دونوں کو کوئی اولاد نہ تھی۔ دونوں کے آنگن میں کوئی پھول نہیں کھلا تھا۔'' ''کافی منت و مراد اور دعاؤں کے بعد دونوں بہنوں کی گودیں بھریں۔ دونوں کے آنگن میں پھول کھلے۔ فرحت کو اللہ تعالیٰ نے خوبصورت چاند سا بیٹا دیا اور ذکیہ کے آنگن میں ایک متاع دل و جاں صاحبزادی تشریف لائی۔''

''انجینئر صاحب کے گھر میں ہر طرف خوشیوں کی لہر تھی اور یہ خوشیاں کیوں نہ منائی جائیں۔ برسوں کے بعد دلی خواہش پوری ہوئی تھی۔ گودی بچوں سے بھری تھی۔ فاروق صاحب بے انتہا خوش تھے۔ ان کے دل میں ایک تمنا انگڑائی لے رہی تھی وہ چاہتے تھے کہ میں اپنی زندگی میں دونوں لڑکیوں سے یہ وصیت کردوں کہ تم دونوں بہنیں آپس میں رشتہ کرلینا اور یہی ہوا انہوں نے اپنی وصیت پوری کی دونوں لڑکیوں نے والد صاحب کی خواہش کو پوری کرنے کی ضمانت لی۔''

''اس کے بعد انجینئر صاحب نے اس فانی دنیا کو الوداع کہا۔ دونوں لڑکیوں کو والد صاحب کی وصیت ہمیشہ یاد رہی۔ بڑی لڑکی فرحت نے اپنے چاند کا نام صابر رکھا اور ذکیہ نے اپنی متاع دل و جاں کا نام سلطانہ رکھا۔ صابر کے والد صاحب ڈاکٹر تھے اور سلطانہ کے والد صاحب ملیٹری میں ملازمت کرتے تھے۔''

''صابراور سلطانہ دونوں پروان چڑھنے لگے۔'''' صابر بچپن سے ہی بہت ذہین تھا۔ اور محنتی تھا۔''''تعلیم سے بے حد شوق تھا اور کچھ کر دکھانے کا جذبہ ہمیشہ بے چین کرتا رہا۔ '''' ادھر صابر کے والد صاحب بھی صابر کو انجینئر بنانا چاہتے تھے۔'''' صابر نے بھی بڑی ہمت ولگن سے پڑھائی کا سلسلہ جاری رکھا اور ایک دن وقت نے کروٹ بدلا اور صابر کے والد صاحب کی تمنا رنگ لائی۔ صابر کا داخلہ انجینئرنگ میں ہوگیا۔'''' اور صابر نے لگن سے پڑھائی کا سلسلہ جاری رکھا۔''

''ایک دن ریزلٹ آیا تو صابر نے فرسٹ ڈویزن سے انجینئرنگ کا امتحان پاس کر لیا۔'' اتنے اچھے نمبر سے کامیابی ملی تھی کہ پہلی ہی کوشش میں اسے ملازمت مل گئی۔'' ''سلطانہ بھی کسی معاملہ میں صابر سے کم نہ تھی ایک آفتاب تھا تو دوسرا ماہتاب۔'''' ادھر سلطانہ کی بھی پڑھائی کا سلسلہ جاری تھا۔''

''اور ہمیشہ ہی ایک منزل کو پانے کی کوشش میں لگی رہتی تھی۔'' اور مقابلہ جاتی امتحان کی تیاری کرتی رہی اور ایک وقت ایسا بھی آیا کہ سلطانہ نے بی پی ایس سی کے امتحان میں نمایاں کامیابی حاصل کی۔ ہر طرف خوشیوں کی لہر تھی۔ صابر کی والدہ سلطانہ کی اس نمایاں کامیابی پر بے حد خوش تھیں اور صابر کی خوشیوں کی کوئی انتہا نہ تھی۔''

''صابر نے سلطانہ سے ملاقات کر کے بے پناہ خوشیوں کے پھول نچھاور کئے وہ سلطانہ سے بے حد پیار کرتا تھا۔'''' سلطانہ کا چہرہ اس کی آنکھوں میں سنور گیا تھا۔ وہ ہمیشہ ہی سلطانہ کے لئے بے قرار رہتا۔ ایک دن جب سلطانہ آئینہ کے سامنے کھڑی تھی وہ غور سے سلطانہ کو دیکھ رہا تھا۔''

''میری سلطانہ کتنی حسین وجمیل ہے۔ ایسا لگتا ہے کہ قدرت نے فرصت سے سجایا ہے۔ بڑی آنکھیں چہرہ گلاب کی طرح کھلا ہوا، پیشانی اتنی خوبصورت کہ افشاں کی مانند چمکتی تھی اور کالے ریشمی بال جب لہراتے تو ساون کے مہینہ کی یاد تازہ کر دیتی۔ سلطانہ کا

جادو ٹوٹا، نظر صابر سے ٹکرائی۔ کیسی ہو سلطانہ صابر نے کہا۔ سلطانہ شرما گئی۔ ''آپ کیا دیکھ رہے تھے میں قدرت کا وہ انمول شاہکار اور حسن کی مجسمہ سلطانہ کا دیدار کر رہا تھا۔'' ''تم بے انتہا خوبصورت ہو۔ سلطانہ نے بھی صابر کی تعریفیں کرنی شروع کی۔'' ''اور تعریف میں الفاظ کے ڈھیر لگا دیئے۔'' ''بس میری سلطانہ خاموش ہو جاؤ۔''

''جب سے صابر سے خالہ جان نے کہا تھا کہ صابر سلطانہ تمہاری امانت ہے اس کا خیال رکھنا۔ اس کے ساتھ ہی وہ برابر اپنی امی اور خالہ جان کو باتیں کرتے ہوئے سنا کرتا تھا کہ ذکیہ فرحت سے ہمیشہ کہا کرتی تھی کہ آپا والد صاحب کی وصیت کو ہمیشہ یاد رکھو گی۔ صابر نے جب سے یہ سب باتیں سنی تھی اس کی محبت سلطانہ سے اور بڑھ گئی تھی۔'' اور وہ سلطانہ کو بے حد پیار کرنے لگا تھا'' اور کیوں نہ پیار کرتا۔ بچپن کی محبت تھی جو دونوں کے سینے میں پوشیدہ تھی۔''

''سلطانہ کی صوم وصلواۃ کی پابندی نے تو اپنی ایک مثال قائم کر دی تھی۔ نمازیں کبھی قضا نہیں ہوتیں۔ گھنٹوں گھنٹوں وظیفہ پڑھا کرتی۔ پردہ کا ہمیشہ خیال رکھتی تھی۔ پردہ اسے دل وجان سے زیادہ پیارا تھا۔'' ''وہ شرم وحیا اور پاکیزگی کی پوری دیوی تھی۔''

''لیکن نہ جانے خدا کو کیا منظور تھا۔'' صابر کی صحت ہمیشہ خراب رہنے لگی اور اسے بخار رہنے لگا۔ بہت علاج ہو رہا تھا لیکن کوئی فائدہ نہیں ہو رہا تھا'' ڈاکٹر نے دہلی میں جا کر جانچ کرانے کو کہا۔ دہلی میں صابر کا میڈیکل جانچ ہوا۔ صابر کے والد صاحب نے صابر کا میڈیکل جانچ کرایا۔ میڈیکل رپورٹ میں اتنی خطرناک بیماری سامنے آئی کہ صابر اور سلطانہ کے گھر میں صف ماتم بچھ گئی۔ کہرام برپا تھا۔ فرحت اور ذکیہ دونوں بہنیں گلے مل کر روتی تھیں۔'' اور سلطانہ کو غم پر غش آنے لگا۔''

''صابر جان لیوا بیماری کے شکنجے میں جکڑ چکا تھا۔'' اسے بلڈ کینسر تھا۔'' ''فرحت کو کسی پل قرار نہ تھا۔'' اے اللہ تو نے اتنی منت ومراد کے بعد ایک اولاد دی تھی۔'' جس کی صبح میرے لئے صبح تھی جس کی شام میرے لئے شام تھی۔'' ''اے اللہ تو نے اسے اتنی خطرناک

بیماری کیوں دی۔'' میں تو تم ہی سے صابر کو لوں گی۔''

''سلطانہ ہمیشہ خالہ جان کو سمجھاتی۔ خالہ جان خدا کی ذات سے ناامید نہ ہوئے۔ خدا بہت بڑا ہے۔ ضرور صابر کو صحت ہوگی۔'' ''اور پھر کیا تھا۔ سلطانہ نے صابر کے لئے سب کچھ تیاگ دیا۔'' ''ایسا لگتا تھا کہ اس نے اس دنیا کو طلاق دے دیا ہے۔ وہ رات و دن صابر کی صحت کے لئے دعائیں کرنے لگی۔ نمازیں اور منتی روزہ، وظیفہ کو پڑھنے میں پورا وقت گزارنے لگی۔ راتوں کو شب میں جاگ کر نماز شب پڑھا کرتی۔''

''جانے کتنی منتی روزے اس نے رکھیں ہوں گے۔'' ''وظیفہ میں تو اس قدر مشغول ہو جاتی کہ ایسا لگتا کہ وہ سب کچھ بھول چکی ہے اور اسے دنیا کی خبر ہی نہیں رہتی اور اللہ سے ہمیشہ یہی فریاد کرتی کہ اے میرے خدا میں تیری ذات سے کبھی ناامید نہیں ہوئی۔ مجھے تیری ذات پر پورا یقین ہے۔ تو نے ہر ممکن کام کو ممکن بنا دیا۔''

''دنیا آج بھی حیران و پریشان ہے۔'' ''تو نے یونسؑ کو مچھلی کے پیٹ سے نکالا۔ ''طوفان میں نوح کی کشتی کو بچایا۔ ''عیسیٰ کا عصا ساری دنیا میں آج بھی حیرت زدہ کر دیتا ہے۔'' ''ہمارے آخری پیغمبر حضرت محمد ﷺ کے صرف ایک اشارے پر تو نے چاند کو دو ٹکڑے کر کے تمام دنیا کو حیرت زدہ کر دیا اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے باب خیبر کو فتح کروا کر اسلام کا علم پتھر پر گڑوا کر تو نے ثابت کر دیا کہ تیری ذات سے کوئی کام نہ ممکن نہیں۔ تو اگر چاہے تو ہر ناممکن کام کو ممکن کر سکتا ہے۔ مجھے ہمیشہ تیری ذات پر بھروسہ ہے تو نے ہمیشہ معجزہ کیا۔ دنیا میں نہ جانے کتنے بے شمار ناممکن کاموں کو تو نے ممکن بنا دیا۔''

''تیری کنیز تیری ذات سے کبھی ناامید نہیں ہوئی ہے۔ تو نے ہمیشہ سچے پیار کرنے والوں کی سنی ہے۔ میرا پیار سچا ہے۔''

''نمازوں میں طرح طرح کا واسطہ دیتی اور اللہ سے فریاد کرتی۔ پیغمبرؑ اور اماموں کا واسطہ دیتی، کربلا کے شہیدوں کا واسطہ دیتی۔ یوسفؑ کے لئے زلیخا کی جوانی پلٹانے والے خدا میرے

صابر کی زندگی بھی بچالے۔‘‘’’تیری ذات سے ہر چیز ممکن ہے۔اے یوسفؑ سے یعقوب کو ملانے والے میرے صابر کونئی زندگی دے دے۔‘‘’’ادھر صابر کے علاج کا سلسلہ جاری رہا۔‘‘

’’ڈاکٹروں کی کوشش کامیاب ہوئی۔‘‘دعائیں رنگ لائیں۔’’روز بروز صابر کی صحت بہتر ہوتی گئی۔‘‘اور وہی ڈاکٹر جس نے صابر کی زندگی بچانے کی ہر ممکن کوشش کرنے کے بعد ناکام ہو گیا تھا اور کھلے لفظوں میں کہہ دیا تھا کہ صابر کی جان نہیں بچ سکتی۔‘‘’’اگر خدا کی مرضی ہوئی تو ہی کچھ ہوسکتا ہے۔وہ ڈاکٹر حیرت میں تھے۔دوائیں فائدہ کرنے لگی صابر کی صحت روز بروز بہتر ہوتی گئی۔ڈاکٹر بھی تعجب میں پڑ گیا کہ قدرت کا کرشمہ ہو گیا اور سلطانہ کی تمام محنتیں رنگ لائیں۔دعاؤں نے اثر دکھایا۔اگر سچی لگن اور سچی محبت ہوتی ہے تو دعائیں بھی قبول ہوتی ہیں۔‘‘

’’اللہ نے صابر کو مکمل صحت دے دی۔ڈاکٹر نے صابر کے مکمل صحتیاب ہونے کا اعلان کردیا۔اب صابر مکمل صحتیاب ہو چکا تھا۔سلطانہ کی دعاؤں نے اپنا اثر دکھادیا تھا۔ہر طرف خوشیوں کا ماحول تھا۔فرحت اور ذکیہ دونوں بہنیں خوشی کے آنسو بہا رہی تھیں۔انجینئر صاحب بھی بے انتہا خوش تھے۔‘‘اور فضا میں ایک آواز تھی واہ رے سلطانہ‘‘’’تیری دعاؤں نے تو خوب اثر دکھایا اور ثابت کردیا کہ ہر ممکن کام کو اگر مرضی خدا شامل رہے تو ممکن بنایا جاسکتا ہے۔‘‘

’’اور پھر کیا تھا۔‘‘ہر طرف خوشیوں کا ماحول تھا۔سلطانہ پروردگار کا شکریہ ادا کر رہی تھی۔اللہ تو نے میری دعاؤں کی لاج رکھ لی۔تیرا لاکھ لاکھ شکر ہے۔‘‘’’پھر ایک دن وہ بھی آیا کہ وقت نے کروٹ بدلا اور ذکیہ کے دروازے پر اس کی متاع دل و جان سلطانہ کی بارات آئی۔سلطانہ کے ہاتھوں میں صابر کے نام کی مہندی لگ چکی تھی اور چاند سا دولہا ذکیہ کے آنگن میں چاندنی بکھیر رہا تھا۔‘‘

’’خوشیوں کی شہنائی بج رہی تھی اور پھر وہ گھڑی بھی آئی جب سلطانہ صابر کے باہوں میں شرما رہی تھی اور صابر اپنی نئی زندگی کے ملنے پر اپنی دلہن سلطانہ کا شکریہ ادا کر رہا تھا۔

❖❖❖

قاتل

''پروین اپنے آپ کو ہمیشہ تنہا محسوس کرتی تھی۔ وہ تنہائی سے گھبرائی رہتی تھی اور اسے اس بات کا احساس ہونے لگا تھا کہ میں اس بھری دنیا میں تنہا ہوں۔ اسے تنہائی ہمیشہ ستاتی تھی۔ ایک عجب طرح کی کرب و بے چینی پیدا کرتی تھی۔ اس کا عالم یہ تھا کہ جیسے رات کی تاریکی اور سناٹا انسان کو کاٹ کھاتا ہے۔ اسی طرح اسے بھی احساس ہونے لگا تھا۔ حالانکہ وہ ایک شادی شدہ عورت تھی۔ اس کی شادی ڈاکٹر ریحان سے ہوئی تھی۔ وہ امریکہ میں ملازمت کرتا تھا اور شادی کے کچھ ہی ہفتوں بعد وہ امریکہ چلا گیا۔'' اور امریکہ سے خط اور فون کے ذریعے پروین کو یاد کرتا تھا۔''

''جیسے جیسے وقت گزرتا گیا ریحان اور پروین کے درمیان خط اور فون کا جو سلسلہ تھا اس میں کمی آتی گئی اور ایک وقت ایسا بھی آیا کہ ریحان خاموش ہو گیا اور پروین اپنے آپ کو بالکل تنہا محسوس کرنے لگی۔'' ''اسے کبھی کبھی ایسا محسوس ہوتا تھا کہ ریحان میری زندگی میں طلاطم نہ برپا کر دے۔ اس لئے کہ ہندوستان سے امریکہ میں کافی دوری ہے اور ریحان سے اس کا رابطہ بجھتے ہوئے چراغ کی طرح رہ گیا تھا۔ اسے یہ احساس ہوتا تھا کہ ریحان اور میرے درمیان جو رشتہ ازدواج ہے کہیں ایک بڑی مصیبت نہ بن جائے اور میرے پلکوں پر آنسو ہمیشہ آتے رہیں۔ اتفاق سے قسمت نے اس کی تاریکی میں روشنی لانے کی کوشش کی۔ پروین کی خالہ زاد بہن سیما جو اس کی قریبی دوست بھی تھی۔ وہ اس کے پڑوس

میں آگئی اور پروین کی ضد پر اس کے خالو نے پڑوس میں ہی کرائے کا مکان لے لیا۔
''پروین اور سیما کی نزدیکی نے پروین کی زندگی میں ایک نئی روح پھونکی اور بے جان پروین کے اندر پھر سے جان آگئی۔ وہ ہمیشہ پروین کو سمجھایا کرتی تھی کہ تم دنیا میں اکیلی نہیں ہو۔'' ''سیما تمہارے ساتھ ہے۔'' ''لیکن ریحان کی یاد اسے ایک پل بھی چین وسکون سے نہیں رہنے دیتی۔'' ریحان اس کا سب کچھ تھا۔
''ہر پل ریحان کی یاد اسے تڑپاتی رہتی تھی۔ جب بھی ٹھنڈی ہوائیں چلتی تو اسے لو کی تھپیڑے کی طرح لگتی۔'' ''سارا بدن گرم ہو جاتا اور برسات کا دل ربا موسم ساون کا مہینہ نشتر بن کر چبھتا رہتا تھا۔ ساون کے مہینے میں درختوں پر پپیہیں جب اپنی صدائیں بلند کرتے تو ایسا لگتا کہ اپنے محبوب کی جدائی میں تڑپ رہے ہیں۔ پپیہا جب بھی پی پی کی صدا دیتا تو پروین بھی تڑپ اٹھتی۔'' جب بھی سیما پروین کے کمرے میں آتی تو اسے خاموش پاتی لیکن ایک دن سیما پروین کے کمرے میں آئی تو دیکھا کہ پروین کچھ باتیں کر رہی ہے۔ کس سے باتیں کر رہی ہو پروین''۔ ''سیما نے پوچھا''۔ ''میں کس سے باتیں کروں گی میں ہوں، میری تنہائی ہے۔ جیسے ہی پروین قد آدم آئینے کے سامنے آئی سیما نے کہا کہیں میری شہزادی کو نظر نہ لگ جائے۔ پروین نے مسکراتے ہوئے رخساروں کو چومتے ہوئے کہا۔ ہٹو بناؤ مت۔''

''میری حسین شہزادی ہم کیا بنائیں گے، بنانے والے نے خود تمہیں حسن کا شاہکار بنایا ہے، تمہارے ہونٹوں کو دیکھ کر گلاب شرماتا ہے۔'' پروین یہ سن کر مسکرانے لگی۔ اس کے چہرے پر گلاب کی سرخی چھا گئی۔ چہرہ گلاب کے پھول کی طرح کھل اٹھا۔ پروین نے سیما کی آنکھوں میں آنکھیں ملاتے ہوئے کہا کہ تم مجھ سے کم خوبصورت ہو۔ رنگ سے کیا ہوتا ہے تم مجھ سے زیادہ حسین ہو۔ تمہارے ہونٹوں کو دیکھ کر گلاب کی پنکھڑی بھی شرماتی ہے۔ کاش ہمیں بھی تمہاری نرگسی آنکھوں مل جاتی۔'' یہ کہہ کر وہ ہنسنے لگی۔ سیما شرما گئی۔ سیما

آجاتی تو وہ کتنی خوش ہو جاتی تھی۔ ورنہ کون تھا اس کی تنہائیوں کا ساتھی۔" پیدائش کے دو سال بعد سر سے باپ کا سایہ اٹھ گیا۔ دس ہی سال کی تھی کہ اس کی ماں نے اس دنیا کو الوداع کہا اور یہ باپ کی شفقت اور ماں کی ممتا سے محروم ہوگئی۔ چچا نگہبان تھے۔" چچا کے ساتھ ہی رہ کر پلی اور پروان چڑھی۔" چچا نے بھی جلد بازی میں شادی کر کے اپنا بوجھ ہلکا کیا۔ ایک دن پروین اپنی سنگار میز کے سامنے بیٹھی سیما سے باتیں کر رہی تھی' کچھ لمحہ تک وہ اسی طرح آئینے میں اپنے چہرے کے تاثرات دیکھتی رہی۔" پھر بولی" ہٹ کیا میں تجھے نظر لگا سکتی ہوں؟ مجھے شرم آتی ہے یہ کہہ کر پروین نے اپنا گلاب جیسا چہرہ اپنے ہاتھوں سے ٹیک لیا۔"" اچانک پروین کو کچھ آہٹ سی محسوس ہوئی۔ اس نے جو مڑ کر دیکھا تو اس کے سپنوں کا سوداگر خوابوں کا شہزادہ ریحان یہ منظر دیکھ رہا تھا۔"

"پروین چونک اٹھی ہائے اللہ یہ میں کیا دیکھ رہی ہوں کہیں میں خوابوں میں تو نہیں کھو گئی۔ ادھر ریحان سوچنے لگا پروین اتنی خوش کس سے باتیں کر رہی ہے ریحان نے اندر جھانک کر دیکھا تو پروین سرخ جوڑے میں ملبوس سنگار میز کے سامنے بیٹھی مسکرا رہی تھی اور ایک سایہ بار بار اس کے ریشمی بال اس کے گلابی لب و رخسار کو چوم رہا تھا۔ ریحان نے دبے قدموں سے آگے بڑھ کر دستک دی جیسے ہی دروازہ کھلا لائٹ چلی گئی۔ ریحان کو شک وشبہ پیدا ہونے لگا کہ اندھیرا جان بوجھ کر کیا گیا ہے۔ اسی درمیان کچن کی طرف سے کچھ گرنے کی آواز آئی۔ ریحان تیزی سے اسی طرف لپکا۔ اس نے دیکھا کھڑکی کھلی تھی، کچھ گرنے کی آواز کے بعد کھڑکی کے پٹ ہلتے رہے۔"

"اس کی نظر ایک خوبصورت رومال اور ڈائری پر پڑی۔ حالانکہ ڈائری بالکل سادی تھی۔ اور رومال بھی اس گھر کی یاد دلاتا تھا۔ لیکن اس کا شک یقین میں بدلتا گیا۔ اتنے میں پروین کا طلسم ٹوٹا اور وہ اپنے دونوں ہاتھوں کو ریحان کے باہوں میں ڈالتی ہوئی بولی تم کب آئے ریحان خبر بھیجتے تو میں لینے ایر پورٹ ضرور آتی۔" جو کچھ بھی قسمت سے ہوا بہتر ہی

ہوا اگر میں تمہیں بتا کر آتا تو جو منظر میں نے ابھی دیکھا ہے یہ سب مجھے دیکھنے کو نہیں ملتا۔''
اس کا شک اور گہرا ہوتا چلا گیا۔ اس نے اپنے لب و لہجے میں تبدیلی کرتے ہوئے پروین کے نرم و نازک ہاتھوں کو جھنجھوڑ کر ہٹا دیا۔ میں کچھ نہیں سننا چاہتا۔ آخر کار شک و شبہ یقین میں بدل ہی گیا اور ریحان کے دل میں یہ خیال پیدا ہونے لگا اس عورت نے میرے ساتھ وفا نہیں کیا۔ اور اس پر جنون سوار ہونے لگا۔ اور اس نے قریب میں پڑی ہوئی ایک رسّی کا پھندا اس کے گلے میں ڈالا۔'' پروین سوچنے لگی کہ ریحان کو کیا ہو گیا۔ اسے یقین بھی نہیں تھا کہ میرا مسیحا میرا قاتل بن جائے گا۔''

''وہ گھبرائی گھبرائی دبی دبی آواز سے ریحان ریحان کہنے لگی۔ اور رو رو کر اپنی بے گناہی کی فریاد کرنے لگی۔ ریحان تمہیں بلا وجہ شک پیدا ہوا ہے تمہاری بیوی آج بھی تمہاری امانت ہے۔'' ''تم یقین جانو اس نے رات و دن کے ہر پل تمہارے لئے وقف کر دیئے تھے۔ لیکن ریحان نے پروین کی ایک نہ سنی اور رسی کا پھندا جو گلے میں لگایا تھا دھیرے دھیرے کھینچنے لگا۔ پروین کی آواز پھنسنے لگی اور دھیرے دھیرے اس کی آواز کا نکلنا بند ہو گیا۔'' ''اور پروین اب ہمیشہ کے لئے خاموش ہو چکی تھی۔ اس کے بعد ریحان چارپائی پر آ کر لیٹ گیا۔'' لیکن نینداس کی آنکھوں سے کوسوں دور جا چکی تھی۔''

''رات بے حد کرب و اضطراب میں گزر گئی۔'' ''جیسے ہی صبح کی سفیدی نمودار ہوئی اور روشنی تیز ہوئی۔ پروین کی تصویر پر اس کی نظر پڑ گئی۔ اسے ایسا محسوس ہونے لگا پروین کہہ رہی ہے کہ میں بے قصور ہوں۔ میرے محبوب میں ہر آہٹ پر تمہارا انتظار کرتی تھی۔ میرے خوابوں کے شہزادے پروین بے قصور ہے۔ پھر بھی اس کا غصہ تھما نہیں اور تصویر کو اتار کر پھینک دیا اسی درمیان سیما نے کمرے میں داخل ہوتے ہوئے کہا ارے ریحان تم کب آئے۔'' ''لیکن ریحان پر خاموشی طاری تھی۔ میں تو کل ہی رات کو آ گیا تھا۔''

''سیما نے کمرے میں چیختے ہوئے کہا میری پروین اب تک خاموش کیوں پڑی

ہے۔'' ریحان نے پروین کے گلے میں پھندا ڈالنے کے بعد اس کی لاش ایک سفید چادر سے چھپادی تھی۔'' ''سیما کا دل گھبرا رہا تھا۔ اس نے بے چینی کے عالم میں پروین کے چہرے پر سے چادر ہٹائی۔'' ''وہ بے ساختہ چیخ اٹھی ارے میری پروین تمہیں کیا ہوگیا۔ تم موت کی آغوش میں کیسے چلی گئی۔ وہ لپٹ لپٹ کر رونے لگی۔''

''ادھر بے چینی کے عالم میں ریحان نے کیچن کا رخ کیا تو دیکھا کہ کھانے کی چیزیں جس میں دودھ بھی شامل تھا زمین پر بکھرا ہوا پڑا ہے۔ اور کھڑکی کے قریب سے بلی کو کودتے ہوئے دیکھا۔ اچانک اس کے دل میں یہ خیال پیدا ہونے لگا کہ کہیں ایسا تو نہیں ہے کہ یہی بلی رات کے اندھیرے میں بھی آئی تھی اور جس نے کھانے کی چیزوں کو بکھیر دیا۔

''اور رومال پر اس کی نظر پڑی تو اسے یقین ہوگیا یہ تو وہی رومال ہے جسے امریکہ جاتے وقت میں نے پروین کے پاس چھوڑا تھا۔ میں دھوکے میں تھا کہ یہ رومال دوسرے کا ہوگا۔''

''اور یہ احساس گہرا ہوتا چلا گیا اور اسے محسوس ہونے لگا کہ یہ سچائی ہے۔''

''پروین لگتا ہے بے قصور تھی۔'' وہ پاگلوں کی طرح چیخ اٹھا اور کمرے کی طرف بھاگا۔ سیما پروین کی لاش سے لپٹی ہوئی رو رہی تھی۔ ریحان بھی پروین کی لاش سے لپٹ گیا میری پروین تم بے قصور ہو اب مجھے یقین ہوگیا میں نے جو کچھ کیا دھوکے میں اور شک میں کیا۔'' ''وہ پاگل ہو چکا تھا۔'' وہ چیخ چیخ کر کہہ رہا تھا پروین مجھے معاف کر دو۔'' ''تم بے قصور تھی۔'' ''ہائے افسوس میں نے بغیر سوچے سمجھے تمہاری جان لے لی کاش میں تھوڑا سا بھی تمہاری پاک محبت پر غور کر لیتا تو تمہیں نہیں کھوتا اور ایک معصوم صفت انمول رتن کو نہیں کھوتا۔ اور اپنی بیوی کا قاتل نہ بنتا۔''

❖❖❖

بھنورے پھول پر

''ریحانہ نے جیسے ہی موبائل فون اٹھایا اس پر ایک جانی پہچانی آواز آرہی تھی ''کیسی ہو ریحانہ''۔آپ کیسے ہیں میں بالکل ٹھیک ہوں۔'' ''کسی طرح زندہ ہوں، گھٹ گھٹ کر رہ رہی ہوں۔'' آپ جیسی نہیں پھر بھی گزر رہی ہے۔''ایسا نہ کہو، کیا میری زندگی تباہ کروگی، کیا میرے ارمانوں کو پامال کروگی۔'' ''مجھے سکون نصیب نہیں ہوگا اگر تمہیں سکون نہیں ملا تو میری سب کچھ تم ہی ہو۔''

''یہ آواز اس کے ایک چاہنے والے عاشق پرویز کی تھی جو اسے بہت دل وجان سے چاہتا تھا اور اس سے بے پناہ محبت کرتا تھا ہر وقت جان نچھاور کرتا تھا۔'' ''طوفان میں بھی سہارا دینے کو تیار تھا۔'' اور ہر وقت اسی کا قصیدہ پڑھا کرتا تھا۔''

''ریحانہ حیدر صاحب کی اکلوتی اولاد تھی۔'' ''یہ بچپن سے ہی بہت ذہین تھی۔''بچپن میں ہی طالب علمی کے زمانے میں اس نے نمایاں کامیابی حاصل کر کے اپنے کلاس نہیں بلکہ پورے اسکول میں ایک مقام بنایا تھا۔'' ''اسکول کے تمام استاد اس کی بہت قدر کیا کرتے تھے۔'' ''اس کی تعلیم کا سلسلہ بڑھتا ہی گیا۔'' ''اس نے ہائی اسکول میں داخلہ لیا اور وہاں بھی اس نے نمایاں کامیابی حاصل کی۔''

''میٹرک کے امتحان میں اس نے تمام ریکارڈ توڑ دیئے۔ضلع پر نہیں بلکہ اسٹیٹ سطح پر اس نے اول مقام حاصل کیا۔اس کی شہرت سے والد بہت خوش تھے۔'' ''اسے حکومت

کی جانب سے انعام واکرام سے بھی نوازا گیا۔'' پھر پڑھائی کا سلسلہ آگے بڑھتا ہی چلا گیا۔'''' جب کالج کا دور آیا تو وہاں بھی اس نے اپنے ریکارڈ کو برقرار رکھا۔'' آئی۔اے اور بی۔اے کے امتحان میں اس نے ایک بار پھر اول مقام حاصل کر کے تمام لوگوں کو حیرت زدہ کر دیا۔'' وہ ایم۔اے بھی کرنا چاہتی تھی۔'' اس لئے اس نے ایم۔اے میں داخلہ لے لیا اور تعلیم کا سلسلہ جاری رکھا۔''

''پڑھنے میں بہت ذہین اور محنتی ہونے کی وجہ سے اس نے ایم۔اے میں ٹاپ ہو کر گولڈ مڈل حاصل کیا اور یہ ثابت کر دیا کہ اگر انسان کے اندر سچی لگن ہو تو محنت کبھی رائیگا نہیں جاتی ہے۔ اگر ایمانداری سے تعلیم حاصل کی جائے تو کامیابی قدم چومے گی۔'' تعلیم حاصل کرنے کے معاملے میں لڑکا اور لڑکی کی کوئی قید نہیں۔''

''شروع سے ہی ریحانہ بہت ذہین تھی اور اس کے اندر کامیابی کی بلندی کو پانے کے لئے بہت زیادہ لگن تھی۔ وہ کسی کامیابی کے زینہ پر پہنچنا چاہتی تھی۔ اس کا ذہن ہمیشہ ہی کسی نئی چیز کی تلاش میں رہتا تھا۔'' وہ کسی بھی چیز کو زندگی میں تجربہ کی بنیاد پر دیکھتی تھی۔'' وہ ہر باتوں پر غور کرتی تھی دنیا کے تمام حالات کا جائزہ لیتی رہتی تھی۔'''' وہ ہر چیز کو ریسرچ کی نظر سے دیکھتی تھی۔'' اس کے ذہن میں بس ایک بات رچی بسی تھی کہ میں جس پہلو پر غور کروں ریسرچ کی نظر سے دیکھوں۔ اسی خیال سے اس نے پی ایچ ڈی میں بھی داخلہ لیا۔''

''اور وہ اسکالر بننا چاہتی تھی۔ اس نے بڑی لگن سے پی۔ایچ۔ڈی کرنا شروع کیا۔'' ارادے اور حوصلے اگر بلند ہوتے ہیں تو کامیابی قدم چومتی ہے یہی ریحانہ کے ساتھ بھی ہوا۔ ایک بار پھر کامیابی نے قدم چوما اور پی ایچ ڈی میں نمایاں نمبر سے کامیاب ہوئی۔ اب وہ اسکالر بن چکی تھی۔'''' اس نے اپنے مقصد کو حاصل کر لیا تھا وہ زندگی کی کامیاب ترین لڑکی ہو چکی تھی۔''''

''اس کے والد بھی بہت خوش ہیں گھر میں ہر طرف خوشیاں منائی جا رہی تھی اور کیوں

نہ خوشیوں کا ماحول ہوتا۔'' گھر کے تمام افراد کی اس سے امیدیں وابستہ تھیں۔'' آج ریحانہ نے وہ سب کر دکھایا تھا جس کی امید لگائے گھر والے بیٹھے تھے۔آج اکلوتی اولاد نے سب کا دل جیت لیا تھا اور عبرتناک پیغام بھی دیا تھا کہ حوصلہ بلند رکھنے سے کامیابی قدم چومتی ہے۔گھر سے لے کر سماج تک اس کا وقار بلند ہوا تھا۔''

''ایک روز وہ یونیورسٹی سے نکل رہی تھی کہ پیچھے سے ایک آواز آئی ریحانہ، ریحانہ نے مڑ کر دیکھا تو وہ دنگ رہ گئی۔'''' وسیم اسے آواز دے رہا تھا۔وسیم قریب آ گیا اور اس کی کامیابی پر اسے مبارکباد دینے لگا۔'''' ریحانہ بے رخی اپنا رہی ہو کیا۔'''' اللہ ایسا نہ کہئے آپ تو میرے سب کچھ ہیں۔ریحانہ کو آپ کے لئے ہی بنایا گیا ہے۔'' ریحانہ آپ کی امانت ہے وہ کبھی بھی جیتے جی آپ کو نہیں بھول سکتی ہے۔اس کی ہر صبح آپ کے لئے ہوتی ہے اس کی ہر شام آپ کے لئے ہوتی ہے۔

''میں ہمیشہ ہی آپ کی یادوں میں کھوئی رہتی ہوں اور یہی سوچتی ہوں کہ آپ اپنی دلہن کب بنائیں گے۔'''' آپ کے نام کی مہندی میرے ہاتھوں میں کب لگے گی۔'' ''میری مانگ آپ صندل سے کب بھریں گے۔'''' میں تو ہمیشہ ہی آپ کا انتظار کرتی ہوں۔دونوں عشق میں لبریز باتیں کرتے ہوئے چلے جا رہے تھے۔راستہ میں ریحانہ کا فلیٹ آ گیا۔'' ریحانہ نے اپنے عاشق وسیم سے اجازت مانگی۔'' انشاء اللہ پھر ملاقات ہوگی۔رات ہو رہی ہے۔اجازت دیجئے۔'' اور پھر نم آنکھوں سے ریحانہ نے وسیم کو رخصت کیا۔'' وسیم کی بھی آنکھیں بھر آئی تھی وہ ریحانہ سے جدا نہیں ہونا چاہتا تھا۔لیکن وقت کا تقاضہ تھا کہ ریحانہ سے جدائی اختیار کی جائے۔''

''ریحانہ اپنے فلیٹ میں پہنچی اور اپنے ڈرائنگ روم میں بیٹھی ہوئی ہر روز کی طرح کتب بینی کر رہی کتابوں کے اوراق الٹ رہی تھی اور کسی خیالوں میں گم تھی کہ پھر ایک بار موبائل فون پر گھنٹی بجی۔'''' ریحانہ نے جلدی سے بڑھ کر فون اٹھایا فون پر دل کو چھو لینے

والی آواز تھی یہ آواز اس کے ایک اور چاہنے والے عاشق ظفر کی تھی جو اس کا بہت دیوانہ تھا۔'' ''اس کو دل و جان سے چاہتا تھا۔'' ''ہر وقت اپنی جان فدا کرنے کیلئے تیار تھا۔'' ''کیسی ہو ریحانہ بس ریحانہ جی رہی ہے۔'' ''تم تو ہمیں بھول ہی بیٹھے۔'' ایسی باتیں نہ کرو ریحانہ میری قیمتی جان تمہارے لئے ہے۔'' ''میں تو تم سے بے پناہ محبت کرتا ہوں۔'' ''میں تمہیں کبھی نہیں بھول سکتا۔'' ''وہ میری زندگی کا آخری دن ہوگا جب میں تمہیں بھولوں۔'' ''تم تو میری ہر سانس میں رچ بس گئی ہو۔ میری دھڑکنوں میں شامل ہو، میں تو ہمیشہ تمہارا ہی قصیدہ پڑھتا ہوں۔'' ''اس کے بعد اس نے ایک خوبصورت شعر پڑھا۔

وہ دل کہاں سے لاؤں جو تیرے ملنے کی دعا نہ کرے

میں تمہیں بھول کے زندہ رہوں خدا نہ کرے

بس میرے محبوب بس بہت ہو چکی تعریفیں اب اور نہ شرمندہ کیجئے۔'' ''بس میں آپ کی دیوانی ہوں اور ہر پل آپ سے ملنے کی دعائیں کرتی رہتی ہوں۔'' میں تو آپ کی محبت میں دیوانی ہو چکی ہوں۔ میرا ابھی ایک شعر سن لیجئے۔

تیری تصویر کو سینے سے لگا رکھی ہے

میں نے الگ اپنی دنیا بسا رکھی ہے

''دونوں کافی دیر تک محو گفتگو تھے کافی رات ہو چکی تھی۔'' ''اچھا اب اجازت دیجئے میرے محبوب۔'' ''پھر ملاقات ہوگی نہ دیکھو ریحانہ بھولنا نہیں'' ''نہیں میرے محبوب ایسا نہ سوچنا ریحانہ تو آپ کی ہو چکی ہے۔ فون بند ہو گیا اور پھر ریحانہ کو نیند آنے لگی۔'' ریحانہ اپنے بستر پر جا کر لیٹ گئی اور نیند کی آغوش میں چلی گئی۔ نیند سے کئی بار وہ چونک کر اٹھی لیکن ابھی صبح نہیں ہوئی تھی۔ پھر کروٹ بدلنے لگی پھر کیا تھا'' صبح نمودار ہونے لگی اور حسب دستور بستر سے اٹھی اور تمام ضروریات زندگی سے فارغ ہو کر اس نے لباس تبدیل کیا اور آئینہ کے سامنے اپنے گیسو کو سنوار رہی تھی اور اپنی خوبصورتی پر پھولے نہیں سما رہی تھی۔ دل

میں طرح طرح کا خیال آرہا تھا۔ میں کتنی حسین ہوں کہ ہر طرف میرے دیوانے ہیں نہ جانے اللہ نے میرے حسن کو کتنا سنوارا ہے۔'''' میرے حسن میں کون سی کشش پیدا کردی ہے کہ میرے دیوانوں کی تعداد بڑھتی جارہی ہے۔ میرا ہر دیوانہ مجھے بے پناہ چاہتا ہے۔'' ''اپنی جانیں نچھاور کرنے کو تیار ہے۔'''' میں اگر انہیں آگ میں کودنے کے لئے کہوں تو میرے دیوانے میری خاطر آگ میں کود جائیں گے۔'''' اللہ تعالیٰ نے مجھے بے پناہ حسن سے نوازا ہے۔''

''ابھی وہ آئینہ کے سامنے ان خیالوں میں گم تھی کہ پھر ایک بار فون کی گھنٹی بجی ریحانہ نے بڑھ کر فون اٹھایا۔ فون پر ایک آواز تھی کیا مجھے بھول گئی۔ میں تو پہلی ملاقات سے ہی آپ کا دیوانہ بن چکا ہوں۔ ریحانہ ہو، کیسی ہو ریحانہ۔'''' میری آواز پہچان گئی۔'' ہاں میرے عاشق میں پہچان گئی۔''

''ریحانہ تمہیں کیسے نہیں پہچان سکتی وہ تمہیں کیسے بھول سکتی ہے۔'''' فون پر نہال کی آواز تھی۔'''' ایک منہ سے ریحانہ کی تعریف میں قصیدے پڑھے جارہا تھا اور یہ کہہ رہا تھا۔ اے کالی کالی زلفوں والی حسینا تم جب بالوں کو لہراتی ہو تو ساون کا مہینہ آجاتا ہے۔'' میں تمہارے حسن کی کتنی تعریف کروں۔''

''کبھی دل چاہتا ہے۔ آہو والے آنکھوں کی تعریف کروں۔'''' کبھی دل چاہتا ہے گلابی چہرے کی تعریف کروں جس نے مجھے دیوانہ بنا دیا ہے۔ پھر اس نازک ہونٹھ کی تعریف کروں جو گلاب کی پنکھڑیوں سے بھی زیادہ خوبصورت ہے۔ یا پھر سنگ مرمر جیسے تراشے ہوئے جسم کی تعریف کروں۔'''' مجھے تو آج تک وہ صندلی ہاتھ یاد ہے جو تم نے میرے کاندھے پر رکھا تھا اور میں اسے بار بار چوم رہا تھا۔''

''بس قصیدے بند کیجئے بہت ہو چکا۔'' ''مجھے شرمندہ مت کیجئے۔'''' میرا ہر پل آپ کا ہے۔ میری ہر دھڑکنیں آپ کی ہیں، میرے محبوب ہر شام وصحر تیرا ہی خیال رہتا ہے۔ تم

میرے خیالوں پر چھا گئے ہو۔ اچھا اب اجازت دو بہت جلد ملاقات ہوگی۔'' ''ہاں میری ریحانہ میری بے قراری کو جلد مٹا دینا۔'' ''اچھا خدا حافظ فون بند ہو گیا۔''

''ریحانہ جلدی جلدی اپنے فلیٹ سے باہر نکلی۔'' ''آج وہ بہت خوش تھی اسے پی ایچ ڈی کی ڈگری ملنے والی تھی۔'' ''وہ جلدی جلدی یونیورسٹی کی طرف جا رہی تھی۔ اس نے دل ہی دل میں سوچا۔ ریحانہ تیرے کتنے چاہنے والے ہو گئے۔ ''تیرے کتنے عاشق ہیں۔ ''ہر طرف سے ریحانہ کو فون آ رہے ہیں۔ اس نے آج یونیورسٹی سے واپسی کے بعد فلم دیکھنے کا ارادہ کیا اور پھر جب وہ یونیورسٹی سے واپس لوٹی تو اس کا گزر ایک سنیما ہال کی طرف سے ہوا۔'' ''وہ ٹھہر گئی آج اس کا پور موڈ فلم دیکھنے کا تھا۔'' ''اس نے ذہن بنا لیا تھا کہ میں فلم دیکھوں گی۔''

''اس نے ٹکٹ لیا اور سنیما ہال میں داخل ہو گئی۔ ''سلمان خان کی فلم کی وہ بہت شیدائی تھی وہ بہت خوش ہوئی کہ وہ اپنے چہیتے ہیرو کی فلم دیکھ رہی ہے۔'' ''فلم کی کہانی بھی کچھ ایسی ہی تھی کہ ایک ہیروئن کے کئی دیوانے تھے۔ ''فلم کی کہانی اس کی زندگی میں ہونے والے واقعات سے مشابہ کر رہے تھے۔ وہ بہت دل لگا کر فلم دیکھ رہی تھی۔'' ''پھر ایک بار فلم ختم ہوگئی وہ غم زدہ ہوگئی۔'' ''اس کو اپنی کہانی یاد آ گئی۔''

''ریحانہ سنیما ہال سے باہر نکلی۔ جیسے ہی وہ سنیما ہال سے باہر نکلی کئی طرف ایک ہی آواز تھی۔ ''ریحانہ، ریحانہ، ریحانہ، ریحانہ وہ چوک گئی۔'' ''کئی لوگ مجھے کیوں پکار رہے ہیں۔ اس نے پیچھے کی جانب مڑ کر دیکھا وہ دنگ رہ گئی۔'' یہ ایک عجیب اتفاق تھا کہ اس کے تمام چاہنے والے تمام عاشق سنیما ہال کے قریب کھڑے تھے اور اس سے ملنے کے لئے بے چین ہر عاشق یہی سوچ رہا تھا کہ ریحانہ سے کیسے مل لوں۔'' ''کیسے جلد اس پرکشش چہرے کا دیدار کرلوں اور اپنی آپ بیتی اسے سناؤں کسی کو بھی یہ علم نہیں تھا کہ ہم سب عاشق اکلوتی ریحانہ کے عاشق ہیں اور اس کے حسن کے دیوانے ہیں۔''

''ریحانہ اپنے ان تمام عاشق کے پاس آگئی اور اس کا ہر عاشق ایک دوسرے کا منہ دیکھنے لگا۔'' کچھ نے اپنے تیور بدلنا شروع کیا۔''راز فاش ہونے کا وقت قریب ہے۔''

''آپ تمام افراد میرے ہی عاشق ہیں اور سب نے یہی سوچا تھا کہ میں سب سے پیار کرتی ہوں۔لیکن آپ سبھوں کو اس بات کا علم نہیں ہے کہ میں ایک طلاق شدہ عورت ہوں۔''''میری زندگی ابھی شروع بھی نہیں ہوئی تھی کہ زوال ہو گیا ایک معمولی سے جھٹکے میں کچھ ہی وقفے میں میرے شوہر نے میرا دل توڑ دیا۔''اور مجھے طلاق دے بیٹھا اور میں طلاق شدہ ہو گئی۔''اور اسی دن میں نے فیصلہ کر لیا تھا کہ میں کسی مرد سے دل نہیں لگاؤں گی۔''مرد بہت بے وفا ہوتا ہے۔''

''اس جہاں میں یہ دل لگانے کے لائق نہیں ہیں۔''''وہ کچھ بھی نہیں سوچتا جس کو شریک حیات بنایا ، تمام لوگوں کے سامنے اقرار کر کے اس کو شریک حیات بناتا ہے۔''اسے ایک جھٹکے میں اپنی زندگی سیا لگ کر دیتا ہے اور میں نے بھی آخری فیصلہ کر لیا تھا کہ اب کسی انسان سے دل نہیں لگاؤں گی اور کسی سے محبت نہیں کروں گی۔''

''لیکن شاید آپ نہیں جانتے ہیں۔میں شروع سے ہی ہر پہلو پر غور کرتی آرہی ہوں میری خود اپنی زندگی ایک تجربہ ہے۔میں ریسرچ کر چکی ہوں ، میں اسکالر ہوں۔''''میں نے سوچا اس جہاں میں ایک بار پھر ریسرچ کیا جائے اور میں یہ آپ لوگوں سے محبت نہیں کر رہی تھی۔یہ میرا ایک ریسرچ تھا۔''تجربہ تھا کہ یہ انسان کہا کھو گیا ہے۔''اسے اب کچھ بھی نہیں نظر آتا۔''یہ صرف عورت کا بھوکا ہوتا ہے۔''

''یہ بھی نہیں سوچتا کہ عورت طلاق شدہ ہے یا بیوہ ہے۔''یا کیسے غربت کی زندگی گزار رہی ہے۔کیسی کرب و بے چینی کے عالم میں ہے اس کا وقت کیسے گزر رہا ہے۔یہ صرف عشق کے جنون میں کھو گیا ہے۔اسے کچھ خیال نہیں رہتا ہے۔اسے کسی چیز کی ضرورت ہے۔عشق کے علاوہ اسے کچھ نہیں یاد رہتا ہے کہ اس کو کسی اور چیز کی ضرورت ہے۔زندگی میں

صرف عشق نہیں ہے۔ یہ زندگی اور کچھ بھی مانگتی ہے۔ میرے تمام عاشقوں نے مجھ سے کبھی یہ نہیں پوچھا کہ ریحانہ تمہیں کچھ اور بھی چاہئے۔ بس ان پر عشق کا نشہ سوار تھا۔ صرف حسن کے دیوانے تھے۔''

''کسی نے میرے درد کو آج تک نہیں اپنایا۔'' یہ انسان عشق کا دیوانہ ہے اسے کچھ بھی نظر نہیں آتا۔ اسے صرف عورت چاہئے۔ میں نے پھر ایک بار دل لگا کر آخری تجربہ کیا تھا۔ یہ میری زندگی کا آخری تجربہ تھا۔ اب نہ میں کوئی تجربہ کروں گی اور نہ کسی سے دل لگاؤں گی۔'' میں آزمائش کر چکی۔ حقیقت کا راز فاش ہو گیا۔ میں اپنے تجربہ میں کامیاب ہو گئی۔ ماحول میں ایک سناٹا تھا۔'' ہر عاشق ریحانہ کا چہرہ پڑھ کر کف افسوس مل رہا تھا۔''

''اور ریحانہ کاش یہ میرا تجربہ آخری ہو جائے ویسے تاریخ میں ہمیشہ تجربے کبھی ختم نہیں ہوتے۔ ایکے بعد دیگرے تجربے جاری رہتے ہیں لیکن عشق کا تجربہ بہت درد دیتا ہے۔ آہ جو تم لوگوں نے مجھ سے عشق کے فریب میں صرف ڈبو کر مزہ لینے کی کوشش کی اس سے ہمیشہ فلک پر تارے بھی شرمندہ رہیں گے کہ انسان ایسا ہو گیا ہے۔''

بے درد

''افسر کی زوجہ کو اس دنیائے فانی سے کوچ کئے ہوئے تقریباً دو سال کا عرصہ گزر چکا تھا۔ وہ اپنی شریک حیات کا غم نہیں بھول پا رہا تھا۔'' ''اس کی یاد ستائے جارہی تھی کہ میرا شاداب جو ابھی ایک سال کا ہے اس کی کیسے پرورش ہوگی۔ یہ بچہ بن ماں کے کیسے پرورش پائے گا۔ اس کے سر پر والد کا تو سایہ ہے لیکن ماں کی شفقت سے محروم ہے۔''

''یہی فکر اس کو ہمیشہ ستاتی تھی کہ شاداب کی پرورش کا کوئی انتظام ہو جائے کہ اسی درمیان اس کے ایک عزیز ترین دوست رضوان نے کہا کہ افسر کب تک ایسے زندگی بسر ہوتی رہے گی۔ شاداب کب تک بغیر ماں کے شفقت سے محروم رہے گا۔ ماں کی پرورش کا بچوں پر اثر پڑتا ہے۔ اس لئے شاداب کے لئے بھی ضروری ہے کہ اس کی پرورش ماں کے سایہ میں ہو۔''

''افسر میرا کہا مانو تو شاداب کو ماں کی شفقت جلد دلا دو۔ میں نے ایک غریب و نادار یتیم لڑکی دیکھی ہے۔'' ''میں چاہتا ہوں کہ اس لڑکی کو تمہاری شریک حیات بنا دوں۔ بہت ہی محبت کرنے والی لڑکی ہے۔ میری خالہ جان کہتی ہیں کہ افسر اس سے نکاح کر لے تو آرام سے شاداب کی پرورش ہو جائے گی۔''

''افسر نے بھی اپنے عزیز ترین دوست رضوان کی خالہ جان کی بات اپنے ذہن میں سمو لی اور راضی ہو گیا کہ رضوان کی خالہ جان کے لائے ہوئے رشتے کو اپنا لیا جائے۔'' اس

لئے کہ شاداب کی پرورش کے لئے ماں کی شفقت اب لازمی ہے۔اس لئے افسر نے بھی رشتہ منظور کرلیا۔" ریحانہ اب افسر کی شریک حیات بن کراس کی زندگی میں آگئی۔خوشیاں نچھاور کرنے لگی اور شاداب کی ہر طرح سے پرورش کرنے لگی۔ریحانہ جب افسر کی زندگی میں آئی تو شاداب صرف ایک سال کا تھا۔"

"ریحانہ نے شاداب کی ایسی پرورش کرنی شروع کی جیسے ایک ماں اپنے جگر کے ٹکڑے کو ماں کی ممتا دے کر پالتی ہے۔اپنے نورنظر کی پرورش کرتی ہے۔اب شاداب بھی ریحانہ کے زیر سایہ پرورش پانے لگا۔ایک سال کا شاداب مسلسل تیزی سے پرورش پا رہا تھا اور ریحانہ اسے کسی طرح کی تکلیف نہیں دیتی۔شاداب کو کسی پل بھی احساس نہیں ہوتا کہ ریحانہ اس کی اپنی ماں نہیں ہے۔اسے ہمیشہ اپنی ماں کا احساس ہوتا کہ ریحانہ ہماری اپنی ماں ہے۔"

"وقت گزرتا گیا۔شاداب ریحانہ کے سایہ میں پرورش پاتا رہا اور ایک سال کا شاداب پرورش پاتے ہوئے دھیرے دھیرے پیروں سے چلنے لگا۔" ریحانہ شاداب کو لے کر اپنے ممتا کے سایہ میں سولایا کرتی تھی۔"راتوں کی نیند حرام کر دیتی تھی کہیں میرے شاداب کو کوئی تکلیف نہیں پہنچے۔جیسے اپنی ماں اپنے بچے کی پرورش کرتی ہے اسی طرح ریحانہ شاداب کی پرورش کرتی۔اپنی نیند پوری بھی نہ کر پاتی اور جیسے صبح نمودار ہوتی ریحانہ نیند توڑ کر ضرورت سے فارغ ہو کر شاداب کو تیار کر کے اسکول بھیجنے کے لئے اسے تیار کرتی اور ہمیشہ اسی فکر میں رہتی کہ شاداب کو کوئی تکلیف نہ ہو۔" اسے دوپہر کا لنچ دے کر اسکول روانہ کرتی اور شاداب کے اسکول سے آنے کی راہ دیکھتی رہتی۔"

"آخر وہ وقت بھی آیا کہ شاداب اسکول سے اپنے گھر آتا ریحانہ اسے دیکھ کر بہت خوش ہوتی۔اس کی بلائیں لیتی۔اسے سینہ سے سٹاتی میرے جگر کے ٹکڑے آ گئے۔" اپنی ممتا کا پیار اسے بھرپور دیتی۔اسی طرح ریحانہ شاداب کی پرورش میں مشغول رہتی اور اسے

یہ فکر کھائے جارہی تھی کہ میرے شاداب کو کہیں احساس نہ ہو جائے کہ میں اس کی اپنی ماں نہیں ہوں۔ لیکن ریحانہ کی پرورش ایسی تھی کہ شاداب کو کہیں بھی احساس نہیں ہوا کہ ریحانہ اس کی اپنی ماں نہیں ہے۔"

وقت دھیرے دھیرے گزرتا جارہا تھا۔ وقت اپنے دامن کو سمیٹ رہا تھا اور شاداب اب پورے 15 سال کا ہو چکا تھا اور اب تو اسے بغیر ریحانہ کے سکون نہیں ملتا وہ ہمیشہ چاہتا کہ میں کہیں بھی جاؤں تو جلد سے جلد اپنی ماں ریحانہ کے پاس آجاؤں۔ وہ کہتا امّی آپ کے بغیر سکون نہیں ملتا ہے۔ دل یہی چاہتا ہے کہ میں ہمیشہ آپ کے پاس رہوں۔"

"ریحانہ اسے برابر سمجھاتی میرے لال، میرے جگر کے ٹکڑے تجھے پڑھنے کے لئے اسکول بھی جانا ہے۔ پڑھ کر ہم لوگوں کا نام روشن کرنا ہے۔ تمہیں میٹرک کا امتحان اچھے نمبر سے پاس کر کے اپنے صوبے کا نام روشن کرنا ہے۔"

"شاداب بھی بھرپور دل لگا کر پڑھتا۔ ہر وقت محنت کر رہا تھا کہ وہ اپنے صوبے کا نام روشن کرے۔ افسر بھی ریحانہ سے بہت خوش تھا۔ اس لئے کہ افسر جیسا سوچتا تھا اسی طرح سے شاداب کی پرورش ریحانہ کر رہی تھی اور ہر وقت افسر کی نظر یہی دیکھتی کہ ریحانہ نے شاداب کی پرورش میں کوئی کمی نہیں رکھی ہے۔" "ہر وقت شاداب کو ماں کی ممتا دیتی ہے۔ افسر ریحانہ سے بے پناہ خوش تھا۔"

"ایک شام ریحانہ بیٹھی ہوئی تھی کہ اس کے پڑوس کی ایک خاتون نے ریحانہ سے کہا کہ ریحانہ شاداب تو تمہاری اپنی اولاد نہیں ہے۔ اپنی اولاد کی بات ہی کچھ الگ ہوتی ہے۔ میری بہن ایسی باتیں نہ کرو۔"

"میں نے شاداب کو اپنی اولاد کی طرح پالا ہے۔ اس کو ہمیشہ اپنی ماں کا پیار دیا ہے۔ یہ میری اپنی اولاد ہے۔ میں نے تصور میں بھی نہیں سوچا ہے کہ یہ میری اپنی اولاد نہیں ہے۔ نہیں ریحانہ اپنی اولاد کی بات ہی الگ ہوتی ہے۔ یہ تمہاری اپنی اولاد تو نہیں ہے۔"

''دیکھو ریحانہ تمہاری شادی کو اتنے دن ہو گئے تقریباً 13 سال ہو گئے لیکن تم کو اپنی اولاد نہیں ہوئی تم اپنی اولاد سے محروم ہو۔ دیکھو ریحانہ میں نے سنا ہے کہ تمہیں لوگ بانجھ عورت کہتے ہیں اور تمہارا شوہر بھی تمہیں بانجھ عورت کا تانہ دینے لگے گا۔ میرے شوہر نے مجھے کبھی تانہ نہیں دیا ہے۔ خیر ریحانہ ایک وقت ایسا بھی آئے گا تم اپنے شوہر کے زبان سے تانہ سنو گی۔ محلے کی عورتوں سے تانہ سنو گی کہ تم بانجھ عورت ہو۔

''وقت نے کروٹ بدلا ریحانہ پر ہر طرف سے بانجھ عورت کا تانے کا وار بڑھنے لگا۔ ایک وقت ایسا بھی آیا کہ محلے کی کسی عورت نے کہا کہ تمہارا شوہر افسر دوسری شادی کر لے گا اس لئے کہ تم بانجھ ہو۔'' ''ریحانہ فکر تردد میں مبتلا ہو گئی۔ ایک شام ریحانہ نے افسر سے کہا کہ افسر آپ ہم سے الگ الگ کیوں رہتے ہیں کیا میں آپ کے لائق نہیں ہوں۔ میں نے سنا ہے کہ میں اولاد سے محروم ہوں تو آپ دوسری شادی کرنے والے ہیں۔''

''افسر نے ٹھنڈی سانس بھری کیا تمہیں یقین ہے کہ یہ باتیں سچ ہے۔ ریحانہ نے کہا ممکن ہے مجھے اولاد نہیں ہے میں بانجھ عورت ہوں اس لئے آپ دوسری شادی کر لیں گے۔

''حالات ایسے ہوتے جا رہے تھے کہ ریحانہ کو یقین ہو گیا کہ اگر مجھے اولاد نہیں ہوئی تو افسر مجھے چھوڑ کر دوسری شادی کر لیں گے۔''

''ایک دن ریحانہ نے محلے کی ایک قریبی سہیلی سے یہ تمام باتیں بتائیں تو اس سہیلی نے کہا ہو سکتا ہے تمہارا شوہر تمہیں اولاد نہیں ہونے کی وجہ سے دوسری شادی کر لے اس لئے تم کوشش کرو کہ تمہیں اولاد ہو جائے۔

''میری عزیز سہیلی کوئی طریقہ نکالو کہ مجھے اولاد ہو جائے کہ میرا شوہر شادی نہ کرے۔ ریحانہ کی سہیلی ریحانہ کو ایک سادھو کے پاس لے گئی اور تمام واقعہ بتایا۔ سادھو نے تمام واقعہ سنا اور کہا کہ تمہیں اولاد ہو گی لیکن جب تک یہ لڑکا جس کی تم نے پرورش کی ہے وہ جب تک زندہ رہے گا تمہیں اولاد نہیں ہو سکتی ہے۔''

''ریحانہ نے تعجب سے سادھو سے پوچھا مجھے اس اولاد کو قربان کرنے کے بعد ہی اولاد ہوگی۔ سادھو نے کہا ہاں تمہیں اس کی قربانی دینی ہوگی۔ یا پھر یہ نیت کرلو کے میں اس کی قربانی دینا چاہتی ہوں تو مجھے اپنی اولاد ہوجائے گی۔''

''ریحانہ نے کہا میں نے اسے اپنی اولاد کی طرح پالا ہے۔ میں کیسے اس کو قربان کروں گی۔ سادھو نے کہا تو تم پھر زندگی بھر بانجھ رہوگی اور ایک وقت ایسا بھی آئے گا کہ تم کہیں کی نہ رہوگی اور شوہر دوسری شادی کرلے گا۔ ریحانہ کی زندگی عجیب کشمکش سے گزر رہی تھی۔ ریحانہ کوئی فیصلہ نہیں کرپارہی تھی جسے اولاد کی طرح پالا ہے اسے کیسے قربان کروں۔''

''ریحانہ کی زندگی بھی تباہی کے دہانے پر کھڑی تھی وہ بھی چاہتی تھی کہ میری کوکھ سے کوئی اولاد پیدا ہوجائے جس سے میرا شوہر مجھے چاہنے لگے اور دوسری شادی نہیں کرے۔''

''ادھر شاداب میٹرک پاس کرچکا تھا اور اتنے اچھے نمبر سے میٹرک پاس کیا تھا کہ اپنے صوبہ میں اس نے اپنا نام روشن کیا تھا۔ اب اس کا داخلہ آئی۔ اے میں ہو چکا تھا وہ روزانہ کالج پابندی سے جاتا تھا اور شام میں گھر واپس آتا۔ ایک دن شام میں شاداب گھر واپس نہیں آیا۔''

''شاداب کے والد بے چینی میں شاداب کا انتظا کررہے تھے کہ شاداب کے ایک دوست نے فون کیا کہ شاداب کو ایک ٹرک ٹکر ماردی۔ وہ اسپتال میں ہے۔''

''شاداب کے والد بے چینی کے عالم میں شاداب کو دیکھنے کے لئے اسپتال گئے۔ شاداب کی حالت دیکھ کر شاداب کے والد افسر کے پیروں تلے کی زمین سرک گئی۔ شاداب زندگی کی آخری سانسیں لے رہا تھا۔ شاداب کے والد تعجب میں تھے کہ یہ سب کیسے ہوا۔''

''یہ خبر سن کر ریحانہ بھی اسپتال پہنچی ایک طرف دل یہ کہتا میرے لال کا یہ واقعہ کیسے ہوگیا۔ ریحانہ رزتی جارہی تھی اور شاداب کی خیریت دریافت کررہی تھی۔ اسی درمیان ڈاکٹر نے شاداب کے والد کو یہ دردناک خبر سنائی کہ شاداب حادثے کا شکار ہوگیا اور اس کی

جان نہیں بچ سکی۔ ریحانہ شاداب کے سامنے روتی، بلکتی طرح طرح کی بات کرتی جیسے اس کا سب کچھ لٹ گیا لیکن حقیقت کچھ اور ہی تھا۔'' ریحانہ کی خواہش تھی کہ مجھے اپنی اولاد ہو جائے اور اس کے دل میں جو خواہش جاگی تھی وہ پوری ہوتی ہوئی نظر آرہی تھی۔''

اسے سادھو کے کہنے کا یقین ہو رہا تھا کہ اب میں ضرور صاحب اولاد ہو جاؤں گی۔ میں بھی اپنے بچے کو جنم دوں گی اور یہ میری اپنی اولاد ہوگی اور افسر اب دوسری شادی بھی نہیں کریں گے جیسے ہی انہیں خبر ملے گی کہ ریحانہ ماں بننے والی ہے۔ وہ خوش ہو جائیں گے۔

''فضا میں زور سے یہ آواز آرہی تھی کہ ریحانہ تم اپنی خواہش پوری کر کے خوش ہوا۔ سوتیلی ماں کا تم نے شوق پورا کر لیا اور دیکھا دیا کہ اپنی ماں اور سوتیلی میں کیا فرق ہوتا ہے۔ تم نے آج یہ ثابت کر دیا کہ تم شاداب کی سوتیلی ماں ہو۔''

''واقعی سوتیلی ماں ہو تم کبھی بھی اپنا رخ پلٹ سکتی ہے اور اپنی پہچان دے دو گی کہ میں سوتیلی ماں ہوں۔ تم سوتیلی ماں ہو۔ تم بہت بے درد ہو۔''

خزاں میں بہار

''بے وفا نہال نے اس کی زندگی برباد کرنے کی کوشش کی۔نکہت کا پیار ہوٹل کی چار دیواری میں قید ہو کر رہ گیا۔اس کی بے بسی پر درو دیواروں نے آنسو بہائے۔انسانیت چیخ اٹھی۔اس کی فریاد سے آسمان لرزنے لگا۔وہ معصوم بے بس تھی۔کاش! محبت کے نام پر نہال کے پیار کا بدنما داغ نہ لگتا۔''

''عمران ہوٹل کی چہار دیواری میں نئی کرن بن کر ابھرا اور نہال کے لگائے بدنما داغ کو ہمیشہ کے لئے مٹا دیا۔''خدا کے لئے عمران صاحب مجھے ماضی میں لے جانے کی کوشش نہ کریں۔کہیں دبی ہوئی چنگاری پر سے راکھ اڑ گئی تو غضب ہو جائے گا۔آگ کا شعلہ بھڑک اٹھے گا۔''آپ پریشان نہ ہوں میں آگ بجھانے کے لئے حاضر ہوں۔''''نہیں عمران صاحب مجھے اسی حال پر چھوڑ دیجئے۔''

''نکہت ہوٹل کے کمرے میں رات کے دس بجے ایک انجان انسان سے محو گفتگو تھی۔ عمران اور نکہت دو اجنبی دل اس کمرے میں پہلی بار ملے تھے۔عمران اس کی بے بسی دیکھ کر سمجھ چکا تھا کہ یہ معصوم لڑکی دھوکے میں یہاں آ گئی ہے۔وہ نکہت سے اس کی داستان سننے کے لئے بے قرار تھا۔اس کے ذہن میں خیال آنے لگا کہ آج سماج میں عورتوں کا کوئی مقام نہیں۔ایک معصوم لڑکی ہوٹل کی زینت بن گئی۔اسے انسان اپنی پیاس بجھانے کے لئے استعمال کرتا ہے۔انسان کا وقار کتنا گر چکا ہے۔اس کا ضمیر ہمیشہ کے لئے سو گیا ہے۔اس

طرح کی معصوم لڑکی کو پیار کا دھوکہ دے کر ہوٹل کی زینت بنایا جارہا ہے۔ نہ جانے یہ انسان عورتوں سے کون سا انتقام لے رہا ہے۔ جب انسانیت سامنے ابھر کر آئی تھی اور عورت کو سماج میں عزت ملی تھی۔ اس وقت بھی سماج میں عزت عطا کرنے والا ایک انسان ہی تھا۔ ''''جس نے عورت کو ہر شکل میں بہترین عزت عطا کی۔''

''دفن ہوجانے والی لڑکیوں کی تعظیم ہونے لگی۔ وہی انساں جو عورت کو دفن کرنا جانتا تھا وہ انسان عورت کو ایک بہترین سرمایہ سمجھنے لگا۔ عورتوں کو عزت کی نظر سے دیکھا جانے لگا۔ اس نے بڑے بڑے معرکہ سر کئے۔ فتح نے عورتوں کے قدم چومے۔ لیکن واہ رے دور حاضر کا انسان جو بلندی کی جانب بڑھ چکا تھا۔ آج پھر پستی میں آگیا عورت اس دور میں صرف عشق ومحبت کی داستان بن چکی ہے۔ وہ بہت کچھ سوچنے لگا۔'''' لیکن اسی درمیان نکہت نے اس کے طلسم کو توڑا۔ عمران صاحب آپ کس سے خیالوں میں کھو گئے۔ ''آپ میں انسانیت ہے۔'''' اس مقام پر بھی آکر آپ اس بدنصیب کی داستان جاننے کو بے قرار ہیں۔ نکہت تمہارے چہرے کے آثار تمہاری زندگی کی درد بھری کہانی سنا رہے ہیں۔ نکہت کہہ رہی ہے خدارا مجھے چھوڑ دیجئے۔ نہیں! تمہیں اپنی داستان سنانی پڑے گی۔''

''نکہت ایک اجنبی انسان کے سامنے تھوڑے ہی دیر میں اپنا ہوش وحواس کھو بیٹھی تھی۔ اسے ایسا محسوس ہونے لگا کہ کوئی کہہ رہا ہے۔ نکہت تم کیا کر رہی ہو تم نے ایک بار پیار کیا تو ہوٹل کی چہار دیواری میں ہمیشہ کے لئے قید ہوگئی۔ کیا پھر دوبارہ بکنے کا ارادہ ہے؟''۔ تم نے کہا تھا اس دور میں محبت کرنا جرم ہے۔'''' نہیں ہرگز ایسا نہیں ہوسکتا۔''

''عمران صاحب بے وفا انسان نہیں ہیں۔'''' یہ انسانیت کے دیوتا ہیں۔ ''دوسروں کے درد کو اپنا درد سمجھتے ہیں۔ نکہت تم کہاں کھو گئی ہو۔'''' شاید تم اپنی ماضی میں جھانک رہی ہو۔ نکہت سے ضبط نہ ہوسکا۔ وہ معصوم بچے کی طرح بلک بلک کر رونے لگی۔ عمران صاحب آپ مجھے کسی طرح اس ہوٹل کی چہار دیواری سے باہر نکال دیجئے۔ میں ہمیشہ کے لئے آپ

کی ہو جاؤں گی۔عمران اس ہوٹل میں آنے والا پہلا انسان تھا۔''''جس میں انسانیت جھلک رہی تھی۔''جو باوفا تھا۔''''جس نے اس کی داستان غم سننے کی ہمت پیدا کی تھی۔نہیں تو اس دور میں کس کو اتنی فرصت ہے کہ دوسرے انسانوں کا درد سمجھنے کی کوشش کرے اور اسے باٹنے کی کوشش کرے۔نکہت عمران سے بلک بلک کر اپنی داستان سنانے لگی۔عمران صاحب میں/نے اپنے والدین کے کہنے پر عمل نہیں کیا۔''''جس کی سزا آج مجھے بھگتنی پڑ رہی ہے۔''

''ممی ہمیشہ کہا کرتی تھیں کہ زندگی میں آنے والا ہر شخص باوفا نہیں ہوتا۔''محبت کرنا اتنا آسان نہیں۔خوب سمجھ بوجھ کر قدم آگے بڑھانا چاہئے۔خاص کر دور حاضر میں جب محبت نیلام ہونا عام بات ہے۔پیار صرف نام کی چیز ہے۔مقدس رشتہ کی قدر و قیمت ختم ہو چکی ہے۔میں نے ممی کے کہنے پر عمل نہیں کیا اور اس انجام کو پہنچ گئی۔ابھی میرا داخلہ آئی۔اے میں ہوا تھا کہ اسی وقت میرے کلاس میں نہال کا بھی داخلہ ہوا۔وہ بہت خوبصورت نوجوان تھا۔کالج کی بہت ساری لڑکیاں اس پر مرمٹی تھیں۔لیکن وہ صرف میرا دیوانہ تھا۔میں بھی اسے دل وجان سے چاہتی تھی۔ایک دن تنہائی میں نہال نے اپنی محبت کا اظہار کر دیا۔''

''میں خاموش رہ گئی۔میرے پیروں تلے کی زمین سرک گئی۔میرے سارے بدن کانپنے لگے۔دل نے ہاں کہنا چاہا۔''لیکن ہمت نہیں ہوئی۔نہال نے شاید میری خاموشی کو اظہار محبت سمجھ لیا۔''پھر کیا تھا محبت نامہ آنے جانے لگا۔ہم دونوں زیادہ تر وقت کالج کے گارڈین میں گزارتے۔ہم دونوں کی محبت عشق کی آخری منزل پر جا پہنچی۔ایک دوسرے کے بغیر جینا دشوار ہو گیا۔جنم جنم ساتھ رہنے کی ہم دونوں نے قسمیں کھائیں۔پھر ہم دونوں کے عشق کا چرچہ ہو گیا۔عشق اور مشک کہیں چھپائے چھپتا ہے۔''

''والد صاحب کو ہم دونوں کی محبت کا پتہ چل گیا۔''انہوں نے میرے کالج جانے پر پابندی لگا دی۔''عشق کا شعلہ اور بھڑک اٹھا۔جدائی میں محبت اور بڑھ گئی۔''''دل چاہتا نہال کی ایک جھلک کسی طرح دیکھ لوں۔''ممی نے ایک دن کافی ڈانٹا۔''''بدتمیز تمہیں

خاندان کی عزت کا کوئی خیال نہیں ۔ نہ جانے تمہاری انتخاب نظر کیسی ہے۔''

''میں نے اکثر لوگوں سے نہال کی شکایت سنی ہے۔ وہ تمہارے ہم مقابل نہیں کہ تم اس سے پیار کرو۔'' ''وہ ایک امیر باپ کا بیٹا ہے۔'' اور لالچی بھی ہے۔ تمہارا پیار کبھی امیری کی باہوں میں نہیں پل سکتا ہے۔ تمہارے والد صاحب مجبور ہیں۔ اتنا روپیہ نہیں کہ وہ تم کو قیمتی سامان کی فہرست جہیز میں دیں۔ لیکن ناجائز فائدہ اٹھانا مناسب نہیں۔ تمہیں ہر قدم سوچ کر اٹھانا چاہئے۔''

''ممی اگر میں نے نہال سے شادی نہیں کی تو آگ میں جلتی رہوں گی۔ میں نے جو بھی کیا والد صاحب کی حالت دیکھتے ہوئے کیا۔ وہ جہیز کی وجہ سے ہمیشہ خاموش رہیں۔ نکہت تم نے تعلیم اسی دن کے لئے حاصل کی ہے کہ والدین کی عزت خاک میں ملا دو۔'' ''یہ مناسب نہیں کہ تم اپنا انتخاب خود کرو۔ ممی اب اسی کی ضرورت ہے۔''

''عمران صاحب میں نے ممی کے کہنے پر عمل نہیں کیا۔ ایک دن وہ بھی آیا۔ مجھ پر پہرا لگ گیا۔ لیکن ہم نے سامنے آنے والی دیوار کو مسمار کر دیا۔'' ''میں کسی طرح سے جا کر نہال سے ملی اور ہم دونوں کہیں دور جانے کا ارادہ کرنے لگے۔'' ''نہال دور جانے کو راضی ہو گیا۔'' ''پھر ایک رات ہم دونوں ہمیشہ کے لئے ایک جان ہونے کو ممبئی چلے گئے۔'' نہال نے مجھے شریک زندگی بنانے کا وعدہ کیا تھا۔''

''ہم دونوں اسی ہوٹل میں آکر ٹھہرے۔ ایک شام نہال مجھے چھوڑ کر کہیں چلا گیا۔ جب میں نے ٹیلیفون کر کے منیجر صاحب سے نہال کے بارے میں دریافت کیا تو انہوں نے مجھے کاؤنٹر پر بلایا۔'' ''جب میں وہاں پہنچی تو میری دنیا اجڑ چکی تھی۔ میری محبت نیلام ہو چکی تھی۔ میں ہوٹل کے مالک کے ہاتھوں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے بک چکی تھی۔'' ''عمران نے ایک ٹھنڈی سانس بھری۔'' عمران صاحب میں اسی دن سے اس ہوٹل کی زینت بن گئی۔ یہاں رہتے ہوئے مجھے پانچ سال گزر گئے۔ نکہت کا غم تازہ ہو گیا تھا۔''

''ماضی کی پوری تصویر سامنے آ چکی تھی۔ وہ چیخ چیخ کر رونے لگی۔ عمران صاحب آپ مجھے کسی طرح اس دلدل سے باہر نکال دیں۔'' ''نکہت تم پریشان نہ ہو۔'' ''نہال نے تمہارے ساتھ زیادتی کی ہے۔ اس نے انسانیت کا خون کیا ہے۔ مجھے تعجب ہوتا ہے کہ اس دنیا میں کیسے کیسے انسان ہیں۔ اس نے کیسے ایسی حسین پھول کو اپنے ہی پیروں سے مسل دیا۔ اس نے محبت کی کوئی قدر نہ کی۔ اس کے ذہن میں خیال آنے لگا کیسی معصوم بھولی لڑکی ہے۔''

''اس کی آواز میں کس قدر جادو ہے۔'' اس بے جان پھول کو پھر سے نئی زندگی کی ضرورت ہے۔ یقینی یہ معصوم لڑکی پھر سے کھل اٹھے گی۔ اس میں نئی خوشیاں آجائیں گی۔

''تم یقین جانو میں تمہیں ضرور اس دلدل سے نجات دلاؤں گا۔'' پھر دونوں نے اسی رات ہوٹل کی چہار دیواری سے نکل جانے کی کوشش کی، تقدیر نے ساتھ دیا۔ دونوں باہر نکلنے میں کامیاب ہو گئے۔'' شکستہ ہوئے دل چکنا چور ہونے سے بچ گئے۔ انسانیت نے عمران کے قدموں کو بڑھ کر چوم لیا۔ شاباش! عمران تم نے دوسرے کے درد کو اپنا درد سمجھ کر سہارا دیا۔ کچلے ہوئے پھول میں تازگی بھر دی۔ انسانیت تم پر ہمیشہ ناز کرے گی۔ تم نے نہال کے بدنما داغ کو ہمیشہ کے لئے دھو دیا۔''

''نکہت آج بہت خوش تھی۔'' اس کی زندگی میں بہار آئی تھی۔'' وہ عمران کے باہوں میں مسکراتی ہوئی عمران کا شکریہ ادا کر رہی تھی۔'' ادھر انسانیت عمران کے اس کارنامے پر اور نکہت کی زندگی میں ایک بار پھر بہار لانے پر مسکرا رہی تھی اور نکہت کے کانوں میں صدا آرہی تھی کہ ایسے بھی انسان ہیں جن کی وجہ سے خزاں میں بہار آجاتی ہے۔

❖❖❖

چاند کے پار

''آج زیبا کی خوشیوں کی کوئی انتہا نہ تھی اسے خوشیوں کا خزانہ ملا تھا۔ برسوں کی تمنا رنگ لائی تھی۔'' عمران اس کے سپنوں کا سوداگر ہمیشہ کے لئے اس کا ہو چکا تھا۔''

''عمران نہایت ہی خلیق انسان تھا۔ نہایت ہی خوش مزاج اور ایک ذہین انسان تھا۔ تعلیم کا سلسلہ ہمیشہ جاری رکھنا چاہتا تھا اور کچھ کر دکھانے کی خواہش ہمیشہ ہی اس کے دل میں ایک امنگ پیدا کر دیتی تھی۔'' میٹرک کا امتحان بہت اچھے نمبر سے پاس کیا۔ آئی۔ اے اور بی۔ اے کا امتحان بھی فرسٹ ڈویزن سے پاس کیا۔ ایم۔ اے میں بھی نمایاں کامیابی حاصل کی۔ اور دل میں ہمیشہ یہی خواہش رہی کہ کسی منزل کو حاصل کرنا ہے۔''

''یہی سوچ کر اس نے ایم۔ بی۔ اے کی بھرپور تیاری شروع کر دی تھی۔'' عمران کی محنت رنگ لائی اور اس کو ایم۔ بی۔ اے میں داخلہ مل گیا۔'' اگر انسان محنت اور لگن سے اور ایمانداری سے کسی مقصد کو پانے کی بھرپور کوشش کرے تو کامیابی اس کے قدم چومتے ہیں اور یہی ہوا عمران کے تقدیر نے وفا کیا۔'' ''کامیابی نے مسکرا کر قدم چوما اور عمران نے فرسٹ ڈویزن سے ایم۔ بی۔ اے کا امتحان پاس کیا۔''

''عمران اپنی زندگی کا سفر طے کر رہا تھا کہ اسی درمیان اس کی زندگی میں زیبا ایک نئی کرن بن کر ابھری۔'' زیبا بھی عمران سے کسی معاملے میں کم نہ تھی اس میں بھی منزل کو پانے کے لئے بھرپور امنگ تھا۔ یہ ایم بی بی ایس کی پڑھائی کر رہی تھی۔ اور اس کی بھی یہی

خواہش تھی کہ مجھے اچھے نمبر سے کامیابی ملے۔"" عمران زیبا سے پہلی ملاقات میں کافی متاثر ہوا تھا۔" زیبا تم تو اس دور میں ایک سبق آموز دیوی ہو۔ اس دور جدید میں پردہ ایک فیشن بن چکا ہے لیکن تم نے ہمیشہ پردے کی لاج رکھی ہے۔ کبھی تمہارے سر سے آنچل کو گرتے نہیں دیکھا۔ دور جدید میں مسلم لڑکیوں کے لئے زندہ مثال ہو۔" اور اس پر قیامت یہ ہے کہ خدا نے تمہیں بے پناہ حسن سے نوازا ہے۔ تمہارے حسن کی تعریف کرنا آفتاب کو چراغ دکھانا ہے۔"

"آنکھیں ایسی کہ اگر آہو تمہیں دیکھے تو اپنی آنکھوں کی تعریف بھول جائے۔ ہونٹھ ایسے کہ گلاب کی پنکھڑیا شرمائے۔ تم حسن کی پوری مجسمہ ہو۔"" زیبا نے شرماتے ہوئے کہا اللہ اتنی تعریف مت کیجئے۔ آپ بھی تو مجھ سے کم نہیں ہیں۔ اتنے خوش مزاج اور خلیق انسان ہم نے آج تک نہیں دیکھا۔ محنت اور لگن کی آپ زندہ مثال ہیں۔ آپ بھی انسان کے روپ میں ایک دیوتا ہیں۔ اسی طرح کی محبت بھری باتیں دونوں کیا کرتے تھے اور اپنے دل کو بہلایا کرتے۔ دونوں کی محبت پروان چڑھتی چلی گئی۔"

"زیبا اور عمران کی محبت اتنی پروان چڑھ گئی کہ دونوں کو ایک دوسرے کے بغیر قرار نہیں ملتا۔"" عمران کی آنکھوں میں ہمیشہ زیبا کی تصویر نظر آتی۔" ملاقات کا سلسلہ بڑھتا چلا گیا۔ دونوں ایک دوسرے کے بہت قریب آ گئے۔ "عمران میں تمہارے بغیر ایک پل زندہ نہیں رہ سکتی۔"" میری زیبا میں بھی تمہارے بغیر ایک پل زندہ نہیں سکتا۔ کاش وہ دن جلد آ جاتا کہ دو جان ایک جان بن جاتے۔"

"زیبا کی پڑھائی کا سلسلہ جاری تھا۔ اسی درمیان اس کا میڈیکل کا ریزلٹ آیا اور زیبا فرسٹ ڈویزن سے ایم بی بی ایس کے امتحان میں کامیاب ہوگئی۔"" عمران پھولوں کا گلدستہ لئے زیبا کے سامنے کھڑا تھا میری زیبا مبارک ہو پھولوں کا تحفہ قبول کر کے پھولوں کے سامنے دعا کرو کہ جلد ہم ایک ہو جائیں۔"

''زیبا کے والد صاحب بھی زیبا کی اس کامیابی پر بہت خوش تھے۔ وہ بھی دہلی کے اسپتال میں ڈاکٹر تھے اور زیبا کی اس بڑی کامیابی سے پھولے نہیں سمارہے تھے۔ زیبا کے والد صاحب کو ایک ڈاکٹر کی تلاش تھی جسے وہ زیبا کا ہمسفر بنانا چاہتے تھے۔''

''حالانکہ زیبا کے والد صاحب عمران کو اچھی طرح جانتے تھے اور اس کی ہر خوبیوں سے واقف تھے۔ لیکن ان کی دلی خواہش تھی کہ زیبا کی شادی ڈاکٹر سے کی جائے۔ ایک دن زیبا نے والد صاحب کے پاس بیٹھے ہوئے کہا۔ میرے پیارے ابو میں کیا سن رہی ہوں۔ ابو عمران آپ سے ملنا چاہتے ہیں۔''

''ایک دن عمران نے زیبا کے والد صاحب سے ملاقات کی لیکن ڈاکٹر صاحب عمران سے خوش نہیں تھے۔'' انہوں نے جلد ہی عمران کو رخصت کر دیا اور کوئی بھی بات سننے سے انکار کر دیا۔ ''حالانکہ زیبا کی والدہ زیبا کی شادی عمران سے کرنا چاہتی تھیں لیکن ڈاکٹر صاحب کی ضد کے آگے ان کی ایک نہ چلی'' اور ڈاکٹر صاحب نے زیبا کی شادی ڈاکٹر اقبال سے طے کر دی جو امریکہ میں ڈاکٹر تھا۔''

''اور پھر وہی سب کچھ ہوا جو زیبا کے والد صاحب چاہتے تھے۔'' زیبا کی دنیا تباہ ہو چکی تھی۔ اقبال کے نام کی مہندی زیبا کے ہاتھوں میں لگ چکی تھی۔''

''وقت نے کروٹ بدلا ڈاکٹر صاحب کے دروازے پر خوشیوں کی بارات آئی آج ڈاکٹر صاحب بہت خوش تھے۔'' انہیں بہت بڑی کامیابی ملی تھی۔ ان کا مقصد پورا ہوا تھا۔ لیکن زیبا کو غش پر غش آرہا تھا۔'' زیبا کی دنیا اجڑ گئی تھی۔ اس کا جنازہ اٹھ رہا تھا۔ زیبا ڈاکٹر اقبال کی دلہن تو بن گئی لیکن عمران کے غم میں جلتی ہوئی شمع کی طرح پگھلتی رہی۔'' ''اس لئے کہ وہ سب کچھ عمران پر نچھاور کر چکی تھی۔

''عمران کی یاد میں پاگل جیسی ہو گئی تھی۔'' ''اقبال ہمیشہ سمجھایا کرتا تھا۔'' زیبا کسی طرح کی باتیں نہ سوچا کرو اللہ کے فضل و کرم سے سب کچھ موجود ہے اداس کیوں رہتی ہو۔''

لیکن زیبا عمران کے غم میں پگھلتی جارہی تھی۔''

''ادھر عمران بھی اپنی تقدیر کی بے وفائی پر مسلسل اللہ سے شکوہ کررہا تھا اور ہمیشہ خدا سے یہی دعا کرتا کہ اللہ میری زیبا کو سلامت رکھنا، اسے ہمیشہ خوش رکھنا''۔ میں زیبا کو بھول نہیں سکتا۔ زیبا میری سب کچھ ہے۔'''' میں زیبا کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتا۔'''' ہمیشہ اداسی کی زندگی بسر کرتا۔'''' لوگ اسے دیوانہ سمجھنے لگے تھے۔''

''ایک دن زیبا اپنے گھر پر تھی کہ موبائل پر گھنٹی بجی اس نے فون اٹھایا فون پر ایک غیر مرد کی آواز تھی۔'''' ڈاکٹر اقبال صاحب کو آپ جانتی ہیں۔'' ہاں جانتی ہوں اے خدا خیر کر۔'' فون پر دوسری طرف سے آواز آئی کہ ڈاکٹر اقبال صاحب کا ایک کار حادثہ میں انتقال ہوگیا۔'' ہر طرح کی کوشش کی گئی کہ وہ بچ جائیں لیکن وہ نہیں بچ سکیں۔'''' ان کے پاس سے ایک ڈائری ملی ہے جس پر آپ کا فون نمبر تھا تو آپ کو فون کیا گیا۔''

''زیبا کی دنیا اجڑ گئی تھی۔ موبائل ہاتھ سے چھوٹ کر گر گیا۔ وہ بے ہوش ہوگئی۔ گھر میں ایک کہرام تھا۔ زیبا کے والد صاحب بھی زیبا سے لپٹ کر رورہے تھے۔'''' زیبا کو ہوش نہیں آرہا تھا۔'''' جب بھی ہوش میں آتی پھر بے ہوش ہوجاتی۔ زندگی میں طلاطم برپا ہوگیا تھا۔ عمران کو جب اس حادثہ کا پتہ چلا اس کے بھی ہوش وہواس اڑ گئے۔ نہ جانے میری زیبا پر کیا گزر رہی ہوگی۔'' عمران زیبا کے یہاں پہنچا۔''

''عمران نے زیبا کو تسلی دیتے ہوئے کہا زیبا صبر سے کام لو۔'' جو تقدیر کو منظور تھا وہ ہوا۔'''' زیبا بھی پرنم آنکھوں سے عمران کی جانب دیکھ کر اور بے ساختہ چیخ کر رونے لگی۔'' عمران میں اس غم کو کیسے بھول سکتی ہوں۔'' زیبا صبر سے کام لو۔''

''وقت نے کروٹ بدلا اور دھیرے دھیرے زیبا کے زخم بھرنے لگے۔ دھیرے دھیرے زیبا کی اداسی دور ہونے لگی۔'''' ایک دن زیبا کی والدہ نے زیبا کے والد صاحب سے کہا اب زیبا اپنے غموں کو تقریباً بھول چکی ہے۔ اس کے چہرے پر کبھی کبھی مسکراہٹ

آجاتی ہے۔ ہم کیوں نہ زیبا سے عمران کا رشتہ کردیں۔ ڈاکٹر صاحب تو پہلے خاموش رہے پھر ایک لمبی سانس لینے کے بعد حامی بھر دی۔'' ''یہ خبر زیبا تک پہنچ گئی۔ زیبا کی خوشیوں کی کوئی انتہا نہ تھی۔ اس کا کھویا ہوا پیار اسے مل گیا تھا۔'' ''وہ بے انتہا خوش تھی۔'' ''اس کے سپنوں کا سوداگر اب اسے لینے جلد آئے گا۔'' اس نے خوشی میں جھومتے ہوئے عمران سے کہا برسوں کی تمنا رنگ لائی۔ والد صاحب تم سے رشتہ کرنے کے لئے راضی ہو چکے ہیں۔ ''عمران کو یقین نہیں ہورہا تھا۔ ہائے یہ سب کچھ کیسے ہوا۔ واہ رے تیری خدائی میری زیبا مجھے مل گئی۔''

''ادھر پھر دیکھتے دیکھتے زیبا کے ہاتھوں میں عمران کے نام کی مہندی لگ گئی۔ ڈاکٹر صاحب کے دروازے پر ہر طرف سے شہنائی کی آواز آرہی تھی۔ زیبا عمران کی دلہن بن چکی تھی۔ زیبا شرمائی ہوئی دلہن بنی ہوئی تھی۔ آج میں بے حد خوش ہوں۔'' اس کا کھویا ہوا پیار اسے مل گیا تھا۔'' عمران نے زیبا سے کہا زیبا تم نے دیکھا سچا پیار کرنے والے کیسے ملتے ہیں۔ عمران بار بار زیبا سے یہی کہہ رہا تھا۔ زیبا تم نے محبت کی طاقت کو دیکھ لیا۔ یہ میرے محبت کی طاقت تھی کہ تم میری دلہن بن گئی۔''

''زیبا نے شرماتے ہوئے کہا ہاں میرے محبوب آپ کی محبت کا ہی ثمرہ ہے کہ میں آپ کی دلہن بن گئی۔'' عمران نے زیبا کی طرف مسکراتے ہوئے دیکھا اور کہا کہ روشنی دینے والا چاند ہم دونوں کی کامیابی پر اپنی روشنی کو تیز بکھیر رہا ہے اور اس کی دلکشی پر دل چاہتا ہے کہ ہم دونوں چاند کے پار چلیں۔

میں جیت گئی

''گلفشاں کسی شہزادی سے کم نہ تھی۔ شہرہ آفاق بن چکی اس کے حسن و جمال کا اندازہ اس کے عاشق کو مل چکا تھا۔ یہ وہ حسینہ تھی جس کی ایک جھلک دیکھنے کے لئے آنکھیں بے چین رہا کرتی تھیں۔ اس کی آنکھیں ایسی تھیں اگر کوئی ہلکی روشنی میں دیکھے تو آہو کا شک ہو جائے اور اگر اس کے گلابی ہونٹوں کو دیکھ کر گلشن کا بھونرا گلاب کی پنکھڑی سمجھ کر اس سے رس نکالنے کی کوشش کرنے لگتا۔''

''خیرن باجی اور لاجو جی ہمیشہ یہی کہتی تھیں کہ میری گڑیا کو نظر نہ لگے۔ نظر جھاڑتی رہتیں۔ خیرن باجی دانش کی بڑی بہن تھیں۔ اور لاجو گلفشاں کی چچی تھیں۔ دونوں میں بہت دوستی تھی۔ لاجو کو خیرن کے بغیر بالکل چین نہیں تھا۔ ہر وقت خیرن لاجو کو یاد کرتی رہتی تھیں۔''

''آفتاب سرخی کے دائرے میں تھا علامت بتا رہی تھی کہ یہ غروب ہو کر ماہتاب کو اپنی نئی زندگی شروع کرنے کا موقع دے رہا تھا۔'''' آخر ماہتاب اپنی آب و تاب کے ساتھ فلک پر نمودار ہوا۔ دھیرے دھیرے چاندنی بکھرنے لگی اور پھر یہ حسین نظارہ چودھویں رات نے دکھایا کہ گلفشاں گلوں میں ایسی چھپی تھی کہ اس چاندنی میں دیکھنے والے یہ سمجھتے کہ گلفشاں بھی گلاب ہے۔''

''جیسے ہی چاندنی رات نے اپنے شباب کو بکھیر کر تمام گلستان چمن کو گل گلزار بنا کر زمین پر لالہ و گل پر نکھار پیدا کر دیا اسی چاندنی رات میں دانش کو بھی خیال آیا کہ آج

چاندنی رات ہے اس نے اپنی بالکونی سے باہر بکھیرتے ہوئے قدرت کے شاہکار حسین نظاروں کا لطف لے رہا تھا۔ اسی درمیان دانش کی نظریں گلستان چمن پر پڑی۔ اس چمن کے ہر پھول اپنی رنگ بکھیر رہے تھے۔''

''دانش کی نظروں نے ایک گلاب کی پنکھڑی دیکھا لیکن ایک ہی گلاب کی پنکھڑی تھی۔ دانش کو شک ہوا پنکھڑی کے ساتھ گلاب بھی اپنے حسن کی رعنائیوں میں انگڑائی لے کر جوان ہوا ہے۔ لیکن یہ کیسی پنکھڑی ہے جس میں ابھی گلاب نہیں کھلا دیکھا جائے''۔ پھر رکا کہیں دھوکہ تو نہیں کھا رہا ہوں لیکن وہ دھوکہ نہیں تھا وہ تو دانش کی پنکھڑی تھی جو اس انتظار میں تھی کہ میں دانش کے باہوں میں پنکھڑی سے گلاب بن کر دانش کو ہمیشہ خوشبو سے معطر کردوں اور دانش ہمیشہ میری خوشبو سے ذہن کے دریچوں کو کھول کر وہ اپنی زندگی کی شروعات کرے گا۔''

''وہی ہوا پنکھڑی دانش کی زندگی میں گلاب کے درمیان سے آکر اس کی زندگی کو خوشبوؤں سے معطر کرتی رہی اس نے اپنی پیاری پیاری خوشبو سے دانش کی پوری زندگی کو معطر کردیا۔ پہلی ملاقات تو اسی گلستان چمن میں ہوئی تھی جو گلفشاں کے گھر کے پیچھے لان تھا۔'' گلفشاں ایک زمیندار گھرانے کی چشم و چراغ تھی اور اپنے ماں باپ کی اکلوتی اولاد تھی۔ گلفشاں بھی تعلیم حاصل کر رہی تھی وہ وکیل بننا چاہتی تھی۔''

''وہ برابر وکالت والی فلمیں دیکھتی تھی اور اسے شوق پیدا ہوتا چلا گیا کہ میں وکالت کروں۔ گلفشاں نے وکالت میں داخلہ لیا اور وکالت کی تعلیم حاصل کرنی شروع کردی۔ منزل کو پانے کے لئے گلفشاں دن و رات لگی رہتی تھی۔ اس کے اندر شوق تھا، جذبہ تھا، لگن تھی جس کی وجہ سے وہ منزل کے قریب پہنچ چکی تھی۔''

''ادھر دانش نے بھی گلفشاں سے ملنے کے بعد تعلیم کا سلسلہ نہیں روکا اور تعلیم کا سلسلہ جاری رکھا۔ دونوں کی زندگی میں تلخی کبھی نہیں آئی۔ بڑی پیاری زندگی گزار رہے تھے۔ دونوں تعلیم حاصل کرنے کے لئے بے چین تھے۔ جب گلفشاں نے سنا کہ دانش بھی

وکالت کر رہا ہے۔ اسے بہت خوشی ہوئی کہ ہم دونوں ایک خوشگوار زندگی گزاریں گے۔ ہماری منزل اور میرے دانش کی منزل ایک ہی ہے۔ میرا پیار اب جلد پروان چڑھ جائے گا۔ ہر آندھی سے میں اسے بچالوں گی۔"

"گلفشاں بھی ایک زمیندار گھرانے سے تعلق رکھتی تھی۔ نسل میں وہی زمیندارانہ انداز تھا۔ لیکن وہ دانش پر کبھی ظاہر نہیں کرتی۔ گلفشاں کے ذہن میں یہ بات ضرور تھی کہ میں زمیندار گھرانے سے تعلق رکھتی ہوں اور یقینی طور پر میں تعلیم مکمل کرلوں گی یہ میری تقدیر بھی ضرور میرا ساتھ دے گی۔"

"دانش اور گلفشاں کو یہ علم نہیں تھا کہ ہم دونوں زمیندار گھرانے سے تعلق رکھتے ہیں اور دونوں کے خاندان میں پرانی رنجش چل رہی ہے۔ گلفشاں کی دادی چندو بی بی ہمیشہ کہا کرتی تھیں کہ وہ قبیلہ جس کے سردار حاجی چودھری رحیم خاں ہیں۔ اس قبیلہ سے نہیں ملنا ہے۔ چودھری نے بہت ظلم کیا ہے۔ ہمارے قبیلہ میں قحط پڑا۔"

"چودھری نے دشمنی نبھائی۔ دل نہیں صاف کیا۔ وہی رعب دار چہرہ ہمیشہ نظر آیا۔ میرے خاندان کے کئی افراد کا قتل بھی ہوا چندو بی بی اپنے بڑھاپے میں اپنی بھرائی آواز میں بکے جارہی تھیں کوئی دھیان نہیں دے رہا تھا۔ صرف ایک بار گلفشاں کی والدہ نے کہا کہ کیا چندو اماں کیا فرمارہی ہیں۔" "پرانے جھگڑے ختم کیجئے۔ کتنا قتل عام ہو چکا ہے۔ ہمارے قبیلہ کے لوگ کبھی لاٹھی تلوار، بندوق نہ اٹھائیں۔ چودھری نے بھی کئی قتل کرایا۔"

"چندو اَتا خدا کے لئے ان تمام قتل کے بدلے کی آگ ختم کرانے کی کوشش کیجئے۔ سارے گلے شکوے مٹادیجئے۔ پرانی دشمنی کو ہم لوگ کب تک جاری رکھیں گے اور اس آگ میں جلتے رہیں گے۔ اب ہمارے بچے دونوں خاندان میں دوستی چاہتے ہیں۔ تعلیم حاصل کررہے ہیں۔"

"اسی درمیاں لاجو بی بی آگئیں۔ انہوں نے بھی چندو بی بی سے کہا اَتا چندو کیا فرما رہی ہیں۔ چندو نے کہا تم انجان نہ بنو۔ اَتا مجھے نہیں معلوم۔ ہم لوگ کچھ پرانی باتیں کررہے

تھے۔ چھوڑیئے ان باتوں کو ختم کیجئے۔ اب زمانہ بدل گیا ہے۔ پرانی باتوں میں کوئی دم نہیں ہے۔ اس کا اثر نئی نسل پر پڑتا ہے اور زندگی تلخ ہو جاتی ہے۔ پرانی رنجش کو ختم کیجئے اور انسانیت کا سبق حاصل کیجئے۔ چراغ انسانیت جلا ہے۔"

"ہم نے تو تمام خاندانی جھگڑوں کو مٹادیا اور لاجو میری بہت پرانی دوست ہے، ہم لوگوں نے خاندانی جھگڑوں کی آگ کو پانی سے ٹھنڈا کر دیا۔ پیار کے دو میٹھے بول سے دل جیت لیا ہے۔"

ٹھیک کہہ رہی ہو اب چندو بی بی بھی راہ راست پر آنے لگیں۔ خزاں میں بہار کے موسم کا آثار نظر آنے لگا۔ اسی درمیان خیرن خالہ نے کہا ہم اب جائیں گے۔ لاجو باہر نکلیں۔ لاجو بھی ساتھ چلنے کو تیار ہو گئیں۔ خیرن اور لاجو دونوں ابھی گلستان چمن سے قبل گلابی باغ والی گلی میں تھیں کہ ان کی نظر گلستان چمن پر پڑی۔"

"دیکھا گلفشاں دانش کی باہوں میں ہے اور آج دونوں پھر چاندنی رات کا لطف اٹھا رہے ہیں۔ دونوں بہت خوش ہوئیں۔ خیرن باجی نے کہا دو پیار کرنے والے سلامت رہیں۔ ہاں لاجو تو ٹھیک کہہ رہی ہے۔ ہم بھی یہی چاہتے ہیں کہ جلد ان دونوں کی محبت پروان چڑھ جائے۔"

"ادھر دانش کی پڑھائی کا سلسلہ تیزی سے بڑھتا رہا۔ دانش زمیندار خاندان کا فرد ضرور تھا۔ لیکن رحیم خاں خاندانی سردار تھے۔ ان کو کسی خاندانی بیماری نے زمین میں سلا دیا۔ دھیرے دھیرے رحیم خاں کے خاندان کا چراغ بجھتا چلا گیا تمام افراد موت کی آغوش میں چلے گئے۔ جو بچے وہ بھیانک قحط میں مارے گئے۔"

"سب کچھ تباہ ہو گیا اور دانش ہی اس خاندان کا واحد چراغ تھا جو امدادی رقم سے پڑھ رہا تھا۔ ہر امتحان میں اچھے نمبر سے کامیاب ہوتا رہا اور آخر ایک دن وہ منزل کے قریب آ گیا اور محنت سے لگن سے، ہمت و حوصلہ کے ساتھ تعلیم حاصل کر رہا تھا۔" کامیابی قدم چومنے کے لئے بے چین تھی۔"

"گلفشاں بھی تیزی سے تعلیم حاصل کر رہی تھی۔ گل فشاں اور دانش کے خاندان میں

جانی دشمنی کی آنچ ان کی محبت پر پڑ رہا تھا۔ گل فشاں کو یہی فکر رہتی کہ دانش بھی جلد تعلیم مکمل کرلے۔ اس کے بعد ہم اپنے پرانے جھگڑے کو مٹا کر ہم نئی دنیا بسالیں گے۔"

"ایک گلابی شام جب آفتاب آسمان کی آغوش میں چھپ رہا تھا اور چاند فلک پر شرما شرما کر نکل رہا تھا اور کالے بادل میں چھپ رہا تھا۔ اسی درمیان دونوں اپنی پرانی جگہ گلستان میں بیٹھنے آئے اور پھر ساون کے مہینہ کا لطف لیتے رہے۔ ہلکی ہلکی پھواریں تیز ہونے لگیں۔ دونوں کے بدن بھیگنے لگے دو جان آپس میں ملنے لگے۔"

"دانش نے گلفشاں کے بھیگے ہوئے گورے بدن پر انگلیاں پھیرنا شروع کیا۔ بالوں میں انگلیاں ڈالی۔ اس کا ہاتھ گلفشاں کے جسم پر پڑنے لگا۔ پھر اس نے اپنی انگلیوں کو گلفشاں کے چہرے پر رکھ کر اس کی تعریفیں کرنے لگا۔ گلفشاں گلابی آنکھوں سے دانش کو دیکھنے لگی اور دانش کے گلے لگ گئی۔ لیکن اچانک اس سے الگ ہوگئی۔ گلفشاں کے ذہن کے دریچے کھلنے لگے۔"

"کہیں ایسا نہ ہو کہ میری محبت کی وجہ سے دانش کی پڑھائی میں خلل پیدا ہو جائے۔ اس کی تعلیم پر برا اثر پڑنے لگے۔ اس لئے اس نے اپنی خواہشوں کو ضبط کرنا شروع کردیا اور وہ دانش سے کم ملنے لگی۔ دانش پر بجلی گرنے لگی۔" وہ سوچنے لگا آخر گلفشاں ایسا کیوں کر رہی ہے؟ وہ سوچنے لگا میں غریب ہوں میرے پاس دولت نہیں ہے، بنگلہ نہیں ہے۔

"اس لئے گلفشاں ہم سے جدائی اختیار کر رہی ہے۔ مجھے اتنے خواب دکھا کر اب دل توڑ کر چلی جائے گی اور وہی ہوگا جو تاریخ میں تحریر ہے۔ بے وفائی، جدائی کی، تڑپ، آنسو پھر آنسوؤں کے ساتھ محبت دفن ہو جائے گی۔ نقش باقی رہ جائیں گے۔ دھندلے نشانات باقی رہیں گے۔"

"ایک وقت ایسا بھی آیا کہ دانش نے بھی فیصلہ کرلیا کہ اب اس پیار و محبت کو ہمیشہ کے لئے بھول جاؤں گا اور اپنی تعلیم پر دھیان دوں گا۔ اب ہمارا آخری سال ہے۔" مجھے کامیاب ہونا ہے۔ اچھا نمبر حاصل کرنا ہے۔ اول مقام حاصل کرنا ہے اور پھر کیا تھا دانش نے امتحان کی تیاری شروع کردی۔ امتحان بہت اچھا گیا۔ اس نے سارے سوالوں کا

جواب دیا۔اب نتیجہ آنے والا ہی تھا۔''

''ایک دن گلابی شام کو ایک سریلی آواز نے اس کے قدموں کو روک دیا۔دیکھا گلفشاں ہاتھوں میں اخبار لئے گلستان میں اس کا بڑی بے قراری سے انتظار کر رہی ہے۔ جیسے ہی دانش وہاں پہنچا۔گلفشاں نے خوشیوں سے دانش کے باہوں میں باہیں ڈال دی۔ دانش میں نے تم سے نفرت اس لئے کی تھی کہ تم دل لگا کر تعلیم حاصل کرو۔''میں نہیں چاہتی تھی کہ تمہاری تعلیم میں رکاوٹ بنوں۔میری محبت کی وجہ سے تمہاری پڑھائی پر برے اثرات پڑیں۔اسی لئے میں نے تم سے دوری اختیار کی تھی۔جب تم منزل کو پا لو گے اور میں امیر ہوتے ہوئے بھی اس مقام تک نہیں پہنچ پاؤں گی۔''

''جہاں تم آج ہو۔تم نے غربت میں مثال قائم کی تم اخبار دیکھو گے کل جب میڈیا والے پوچھیں گے تو مسکرا مسکرا کر جواب دو گے مجھے نہ بھولو گے۔تم نے یونیورسٹی میں ٹاپ کیا ہے۔میں نے اسی دن کے لئے تمہیں ناراض کیا تھا کہ تم وہ انسان ہو کہ تم میری جدائی کا زہر مسکرا کر پی لو گے لیکن تم عشق محبت کے جام میں لبریز ہوتے ہوئے تعلیم کی بربادی کا زہر نہیں پی سکتے۔''تم کو تعلیم حاصل کرنے میں بے پناہ خوشی ہوتی ہے۔تمہیں علم سے بے پناہ محبت ہے۔تم ہر چیز بھول سکتے ہو پیار میں جدائی برداشت کر سکتے ہو لیکن اپنی پڑھائی کو نہیں بھول سکتے۔علم کو عروج کی منزل تک پہنچانے والے انسان ہو۔''

''ہم نے اپنی محبت میں تمہیں ناراض رکھا لیکن تم نے گلفشاں کی جدائی برداشت کر کے انسان بن کر دکھایا،علم کو گلے لگا کر دکھایا اور گلفشاں کو وہ مقام نہیں حاصل ہو سکا جو تمہیں حاصل ہوا ہے۔امیری پر غریبی کی فتح ہو گئی۔آج میں ہار گئی تم جیت گئے۔میری دولت میرا پیسہ میرا بنگلہ سب رہ گیا اور تمہارے پاس کچھ نہ تھا نہ بنگلہ تھا نہ گاڑی تھی نہ دولت تھی۔لیکن علم کی روشنی تھی۔تمہارے اندر لگن تھی۔''علم حاصل کرنے کا جذبہ تھا۔اس لئے تم نے منزل کو پا کر گلفشاں کے خوشبوؤں سے ذہن کو معطر کر دیا۔اب ہر طرف گل فشاں کے دانش کا چرچہ ہے۔

اب جو تاریخ نے کروٹ لی اور تاروں نے ثریا نے، مشتری نے زہرہ نے جگنوؤں نے اسے اپنی روشنی تیز پھیلا کر مبارکباد دی۔ بادِ صبا جھوم جھوم کر خوشیوں کا پیغام دے رہی تھی۔''

''خیرن باجی اور لاجو کی دوستی دعائیں کر رہی تھی کہ جیسے ہم دونوں مل گئے اسی طرح یہ دونوں قبیلے کے چشم و چراغ آنے والی نسل کی دشمنی مٹا کر دوستی کا پیغام دیں اور پردہ اٹھا دیا کہ بات اب جہاں قبیلہ کی آئے گی ملنے ملانے کا خیال آئے گا۔''

''خیرن باجی، لاجو، چندو بی بی بھی آج بہت خوش تھیں کہ گلفشاں تم نے بھی دانش کو پیار کرتے ہوئے اسے بڑے بلند درجات تک لے گئی اور تمہارا عشق آج پروان چڑھ گیا۔ آفتاب، مہتاب تارے جگنو سب دانش پر اپنی روشنی بکھیر کر مسکرا رہے ہیں کہ عشق کے شراب میں ڈوب کر بھی دانش نے ہوش و حواس قائم رکھا اور اپنی کشتی کو ڈوبنے سے بچا کر پوری دنیا میں مثال قائم کی کہ پھول سا چہرا ہو کجرائی نرگسی آنکھیں ہوں، نیلی آنکھوں کا جادو ہو۔ ہونٹوں پر گلاب کی پنکھڑی کا شک ہو اور حسن و جمال آپ کے ذہن و دل میں بس جائے پھر بھی انسان چاہے تو غربت میں بھی منزل پا سکتا ہے۔''

''چندو بی بی گلاب کا ہار لئے ہوئے کھڑی مسکرا کر ہر طرف دیکھ رہی تھیں۔ اور گلستان چمن سے آواز دے رہی تھیں، خیالوں میں ڈوبی جا رہی تھیں۔ ان کے خیالات جو نقش بن کر ان کے دریچوں کو کھول رہے تھے اور دلوں میں یہ خیالات ابھر رہے تھے کہ عشق کے سمندر میں ڈوب کر بھی زندگی سنواری جا سکتی ہے۔''

''اسی درمیان چندو بی بی کی نظروں کے سامنے دانش آ کر کھڑا ہو گیا۔ چندو بی بی کے ذہنوں میں اس کی کامیابی کے تمام خیالات ابھرنے لگے۔''

''دانش کے دل میں قدموں کی آواز آنے لگی اور اس نے جیسے پلٹ کر دیکھا گلفشاں پھولوں کی طرح مسکرا رہی تھی اور کہہ رہی تھی دانش آخر میں جیت گئی۔''

❖❖❖

خوشحال گاؤں

"رادھیکا ایک کنویں کے پاس بیٹھی کنوے سے پانی نکال کر بالٹی میں ڈال رہی تھی اور دھیرے دھیرے من ہی من میں بھوجپوری گیت گا رہی تھی کہ اسی درمیان رادھیکا کے کانوں میں ایک آواز سنائی دی جو ایک اجنبی انسان کی تھی جس کا نام برجو تھا۔" "رادھیکا اس انجان آدمی برجو کو دیکھ کر لاج کے مارے شرم وحیا کی دیوی بن گئی اور اپنا چہرہ چھپانے لگی۔ آنے والے مسافر برجو نے کہا میں بہت پیاسا ہوں مجھے پانی پلا دو، شرم وحیا کی دیوی رادھیکا نے دھیرے سے کہا خالی پانی پیو گے میرے ساتھ چلو پھر رادھیکا برجو کو اپنے گھر لے گئی وہاں لے جا کر رادھیکا نے اپنے پتاجی سے برجو کو ملایا۔"

"رادھیکا کے پتاجی نے پوچھا بیٹا تمہارا نام کیا ہے۔ اس انجان آدمی نے بتایا میرا نام برجو ہے بیٹا خالی پیٹ پانی کیسے پیو گے پہلے کچھ کھالو، اور دیہی رسم ورواج کے مطابق رادھیکا چوڑا، تلوا، گڑ اور کسار چاول کا لڈو لے کر آئی اور برجو کو بیٹھنے کے لئے کہا اور چٹائی پر بیٹھایا۔ برجو چٹائی پر بیٹھ گیا اور وہ سارا سامان چوڑا، تلوا، گڑ اور کسار چاول کا لڈو اس کے سامنے رکھ کر کھانے کے لئے کہا اور رادھیکا کے پتاجی نے بھی کہا کھاؤ بیٹا کھاؤ پھر پانی پی لینا۔"

"رادھیکا نے یہ سارا سامان ایک چھیپا میں لا کر رکھا اور پھر پانی ایک گول لوٹے میں لا کر رکھا۔ برجو بھی بھوکا تھا اس نے تھوڑا تھوڑا سب میں سے کھایا اور پھر پانی پیا۔ بھوک و پیاس مٹ گئی۔ رادھیکا اور اس کے پتاجی نے اور کھانے کے لئے کہا لیکن برجو نے کہا بہت کھالیا۔"

''پھر برجو سے رادھیکا کے والد نے پوچھا، بیٹا کہاں سے آئے ہو؟ برجو نے بتایا کہ یہاں کچھ دور پر بلاک ہے اس میں میری نوکری ہوگئی ہے۔ وہیں جارہا ہوں۔'' رادھیکا کے والد نے کہا بیٹا تھوڑا آرام کرلو تو پھر جاؤ گے اور بیٹا یہ بھی بتاؤ کہ تم کہاں رہو گے برجو نے کہا ابھی کوئی جگہ نہیں دیکھی ہے، تو پھر کہاں رہو گے۔'' ''مسافر کی زندگی بسر کروں گا۔ نہیں تو تم برجو بیٹا یہیں رہنا میرے یہاں ای کوٹھری ہے اور کھانا بھی یہاں کھانا۔ برجو نے کہا چاچا آپ میرے اوپر کتنا مہربان ہیں بیٹا سیوا کرنا میرا دھرم ہے۔'' ''تم اب آج سے یہاں رہو گے۔ برجو نے بات مان لی اور رادھیکا کے گھر میں رہنے لگا اور کھانا بھی کھانے لگا جب ناشتے کھانے کا وقت ہوتا برجو کو رادھیکا کھانا لاکر کھلاتی اور کوٹھری میں سونے کے لئے بستر کر کے چلی جاتی۔''

''ایک دن رات میں برجو نے کہا رادھیکا سنو! رادھیکا بولی جی بولئے! برجو نے کہا رادھیکا تم ہم سے کتنا پریم کرتی ہو میرا کتنا خیال رکھتی ہو۔ برجو رادھیکا کو کیسے بھولے گا۔ اگر کچھ دن کے بعد میں یہاں سے گیا تو رادھیکا تمہیں تو بھول نہیں سکتا تم اتنا سیوا کر رہی ہو کہ کوئی پتنی بھی اپنے پتی کا اتنا سیوا نہیں کرتی تم تو پتنی سے بھی بڑھ گئی۔''

''رادھیکا تم ہم سے پریم کرتی ہو، رادھیکا چہرہ چھپائے ہنستی ہوئی بھاگ جاتی ہے لیکن برجو اپنے گاؤں واپس جانے کو کہتا۔ رادھیکا رونے لگتی۔ ایک دن آزمانے کے لئے برجو نے کہا رادھیکا میں اپنے گاؤں جارہا ہوں۔ رادھیکا کے جذبات بے قابو ہوگئے وہ کہنے لگی برجو تم مجھے چھوڑ کر نہیں جاسکتے نہیں تمہاری رادھیکا مرجائے گی یہ سچا پریم ہے۔'' ''جو چنگاری کی طرح دونوں کے سینے میں پوشیدہ تھا۔ جو دھیرے دھیرے ابھر کر سامنے آرہی تھی۔ اور ایک وقت رادھیکا اور برجو دونوں نے جو ایک دوسرے کو دل دیا تھا اس کا اقرار کرلیا۔''

''ایک دن برجو نے کہا رادھیکا بغل کے گاؤں میں ایک ندی ہے، گھومنے چلو گی۔

پہلے تو ہنسی پھر تیار ہوگئی اور ندی کے کنارے پہنچے اور کشتی میں بیٹھ کر ندی کا سیر کرنے لگے دیکھو رادھیکا پیڑ پر بیٹھا پپیہا کیا بول رہا ہے وہ اپنے دھن میں پی پی کر کے اپنے پی کا بلا رہا ہے۔ رادھیکا ہنس دیتی اور شرم کے مارے کچھ نہ بولتی۔"

"اس طرح دونوں زندگی کے قیمتی لمحات گذار رہے تھے اور برجو روزانہ وقت سے اپنے بلاک جایا کرتا وہاں جاکر اپنا کام بڑی ایمانداری سے کام کیا کرتا۔ کسی سے کوئی ناجائز پیسہ نہیں لیتا ایمانداری میں مشہور ہوگیا اور اس کی ایمانداری کا چرچا گاؤں میں ہونے لگا وہ اتحاد و امن کے کاموں میں بھی حصہ لینے لگا۔" "اگر کسی ذات کے نام پر دوسرے ذات سے جھگڑا ہوتا تو وہ سمجھا کر جھگڑا ختم کر دیتا وہ لوگوں کو کہتا ذات کے نام پر نہ لڑو سب ایک بھگوان کے بنائے ہوئے ہیں آپس میں مل جل کر اتحاد پیدا کرو۔ کوئی چھوٹا بڑا نہیں ہوتا۔ کوئی اونچ نیچ نہیں ہوتا۔ اس سب کا بھید بھاؤ ختم کر دو گاؤں والوں کو برابر سمجھا تا کہ گاؤں میں امن قائم کرا یکتا پیدا کرو، امیر غریب کا فرق مٹا دو سب بھائی بھائی ہیں اور اگر تم ایک دھرم کے ماننے والے ہو اور دوسرے دھرم کے ماننے والے سے لڑتے ہو تو یہ صحیح نہیں ہے وہ بھی تمہارا بھائی ہے۔"

"بھگوان کا بنایا ہوا ہے۔ دھرم مذہب سب اس دنیا میں آ کر بٹا ہے۔ ہندو مسلمان کا بھائی ہے مسلمان ہندو کا بھائی ہے یا پھر سکھ یا عیسائی یہ سب ہمارے بھائی ہیں یہ الگ الگ دھرم کے ماننے والے ہیں لیکن یہ سب ایک دوسرے کے بھائی ہیں ہندو مسلمان سکھ عیسائی سب آپس میں بھائی ہیں۔ کسی سے مت لڑو جھگڑا مت کرو۔ دھرم کو بچاؤ سب دھرم برابر ہے سارا دھرم برائی سے روکتا ہے۔ چوری، شراب، جوا سے روکتا ہے۔ کوئی دھرم برا نہیں ہوتا ہر دھرم اچھا کام کرنے کو بتاتا ہے۔ قرآن پڑھو گے تو وہی بات ہوگی کہ برائی سے بچو، غریبوں کی مدد کرو، گیتا، وید پڑھو گے تو تمہیں یہی نصیحت ملے گی۔ عیسائیوں کی کتاب بائبل پڑھو گے تو تمہیں یہی سب ملے گا۔ پنجابی دھرم کے کتابوں میں بھی ان کے گرنتھ میں

گرونانک نے برائی سے روکنے کے لئے ہی کہا ہے۔ نیک بننے کے لئے آپس میں بھید بھاؤ بند کرنے کے لئے امن قائم رکھنے کے لئے کہا ہے اور جو ذات کے نام پر نفرت ہے اسے ہر دھرم مٹانے کے لئے کہتا ہے۔''

''برجو کو جب بھی فرست ہوتی گاؤں کے لوگوں کو نصیحت کرتا۔ یہ ساری برائی ختم کردو اور پیسہ اکٹھا کرو چندہ کرو۔ اس گاؤں میں مسلمان بھی ہیں کچھ پنجابی بھی اور کچھ عیسائی بھی لیکن آپس میں ایکتا نہیں ہے۔ آپس میں سب ایکتا پیدا کر کے ایک مندر ایک مسجد اور پھر ایک چرچ اور ایک گردووارہ بناڈالو اور اپنے اپنے دھرم کے حساب سے اس میں جا کر بھگوان کا نام لو اور ہم اس کام میں تمہاری ہر طرح سے مدد کریں گے قدم قدم پر ساتھ دیں گے۔ وعدہ کرو کہ ہم سب نفرت مٹادیں گے۔''

''کسی سے دشمنی نہیں رکھیں گے۔ ہم سب آپس میں بھائی بھائی مسجد بھی ہماری مندر بھی ہمارا ہے گرودوارہ بھی ہمارا ہے گرجا بھی ہمارا ہے سب دھرم ایک ہیں۔ اور اپنے دیش بھارت کے لئے مرو اور جیو اور جھگڑے مٹا کر اپنے ملک کی حفاظت کرو۔ یہاں دشمن آجاتے ہیں ان کو دشمنوں کو بھگادو اور ان کو دہشت پھیلانے مت دو۔''

''ان کو یہ بتادو کہ یہ ہمارا ہے اور یہاں پر جتنے دھرم کے لوگ اس دیش میں ہیں سب بھائی بھائی ہیں۔ اور ہم سب ایک ہو کر اپنے دیش سے دشمن کو مٹادیں گے اور دیش کی رکچھا کے لئے جان بھی دینا ہوگا تو جان بھی دے دیں گے۔ ہم ہندوستان کے باشندے ہیں۔ ہمارا ملک ہے۔ تمام گاؤں کے لوگ ایک جگہ جمع ہو کر فیصلہ کرو کہ ہم سب ایک ہیں اور ذات برادری دھرم کے نام پر نہیں لڑیں گے اور اپنے دیش کے لئے ہر وقت قربانی پیش کرنے کو تیار رہیں۔''

''اور ہماری بات دھیان سے سنو اس گاؤں کی ترقی کے لئے کام کرو۔ اس گاؤں میں کوئی اچھا اسکول نہیں ہے اس گاؤں میں سکچھا کا انتظام نہیں ہے لوگ کم پڑھے لکھے ہیں شکچھا پر پورا زور دو کہ اس گاؤں میں پڑھائی عام ہو جائے ہر لڑکی لڑکا پڑھنے لگے۔ کوئی جاہل نہ

رہے۔ شکچھا میل ملاپ بہت بڑی طاقت ہے۔ اسپتال بنانے کی کوشش میں میں آپ لوگ کا ساتھ دوں گا۔"

"مڈل سے لے کر ہائی اسکول تک اس گاؤں میں کھولنے کی کوشش کے لئے لگ جاؤ۔ "اچھا اسپتال جس میں مریضوں کے علاج کے لئے اچھا علاج ہو اسپتال کھولواؤ، پانی کے لئے ہینڈ پائپ لگوانے کی کوشش کرو اور سڑک، بجلی کے پانی کا اچھا انتظام کرنے کے لئے تیار ہو جاؤ۔"

"گاؤں کی خوشحالی کے لئے کمر کس کر تیار ہو جاؤ، اور عہد کرو کہ لڑیں گے تو ملک کے دشمن کے خلاف اور کسی کے خلاف نہیں لڑیں گے اپنے دیش کی حفاظت میں جان دے دیں گے اور یہی کوشش کریں گے کہ پورے گاؤں میں اور تمام ریاست میں مل کر پورے بھارت میں امن قائم ہو جائے کوئی امیر غریب کا فرق نہ رہے اونچ نیچ کا بھید بھاؤ ختم ہو جائے ذات پات کی لڑائی ختم ہو جائے۔ دھرم کے نام پر کوئی نہ لڑے اور وطن بھارت کے لئے ایک جٹ ہو کر دشمن سے مقابلہ کرو۔ سب نے برجو کی بات مان لی۔"

"اور پھر ایک دن سب نے عہد کیا کہ برجو نے جو کہا ہے وہی صحیح ہے۔ برجو کی بات پر ہم سب ایک ہو کر مندر، مسجد، گرودوارہ، بنوائیں گے اور تمام دھرم ایک ہے۔ ہندو مسلم سکھ عیسائی کا اتحاد قائم کر کے ایک مثال قائم کریں۔" قومی یکجہتی کی نئی مثال ہوگی۔ ہندوستان کو دیکھ کر لوگ کہیں گے کہ ہندوستان میں کیا ایکتا ہے۔ گاؤں کو ترقی دلا کر رہیں گے گاؤں میں بجلی، پانی، اسکول، اسپتال کا اچھا انتظام کرنے کے لئے سرکار سے مانگ کریں۔" "برجو نے اس پورے گاؤں کے لوگوں کا دل جیت لیا اور سب نے برجو کے کہنے پر عمل کیا برجو اس گاؤں کا چہیتا بن گیا کوئی برجو کو گاؤں سے جانے دینے کے لئے تیار نہیں تھا۔ اس گاؤں کے لئے برجو نے بہت محنت کی اور آخر کار برجو کی محنت رنگ لائی۔" "گاؤں میں مثالی اتحاد قومی یک جہتی پیدا ہو گئی۔ ہر تہوار پر ہندو، مسلمان، سکھ، عیسائی سب

ایک دوسرے کے ساتھ مل کر منانے لگے۔"

"قومی یکجہتی کی ایسی مثال قائم ہوئی کہ کل تک جو لڑ رہے تھے جہاں پانی بجلی اسکول سڑک کچھ نہیں تھا، اس گاؤں میں بھائی چارگی امن و اتحاد سب پیدا ہوگیا اور گاؤں میں بہترین قسم کی عمارت حکومت نے بنوائی، بجلی گاؤں میں رہنے لگی اور روڈ بھی بن گئی، اسپتال قائم ہوگیا، لوگ علاج سے اچھے ہونے لگے اور برجو نے قومی یکجہتی قائم کی۔ اس کے لئے برجو کو حکومت نے ایوارڈ سے نوازا اس نے قومی یک جہتی کی مثال قائم کروادی اور بھارت واسی اس خبر کو پڑھ کر بہت خوش ہوئے اور برجو کو دعائیں ملنے لگی۔ بھارت واسیوں نے عہد کرلیا کہ بھارت میں امن پیدا کریں اتحاد قائم کریں، ذات برادری اونچ نیچ کا بھید بھاؤ مٹانے کی بھرپور کوشش کریں گے دھرم کے نام پر کوئی نہیں لڑے گا۔ ہاں ملک کے حفاظت کے لئے لڑیں گے۔"

"لوگ دور دور سے برجو کو دیکھنے ملنے آنے لگے اور گاؤں کے لوگ برجو کو بے پناہ چاہتے تھے۔ اگر برجو اس گاؤں سے جانے کا نام لیتا تو لوگ رونے لگتے اور کہتے ہم تمہیں نہیں جانے دیں گے۔ تم ہمارے دل کے ٹکڑے ہو تم کو کیسے جانے دیں گے۔ تم ہی نے ہی تو سب کچھ ہمیں دیا۔" "برجو تم بھی اس گاؤں کا اٹوٹ حصہ بن چکے ہو اب تم کو اسی گاؤں میں رہنا ہوگا۔ ہم لوگ زمین دیں گے گھر بنوائیں گے تم یہیں رہو گے۔"

"ادھر حالات نے ایک بار کروٹ بدلا اور برجو کا تبادلہ ہوگیا۔ گاؤں کے لوگوں کو معلوم ہوا گاؤں کے لوگوں نے بلاک کا گھیراؤ کیا۔ برجو اس بلاک سے نہیں جائے گا۔ ہماری زندگی کا حصہ ہے ہم سے الگ نہیں ہوگا اور برجو کی دیوانی رادیکھا بھی برجو کے کاموں سے اس قدر خوش ہوئی کہ برجو پر اپنا سب کچھ نچھاور کردیا۔ اور وہ بھی رونے لگی اور کہنے لگی کہ برجو تم اگر یہاں سے گئے تو رادھیکا اپنی جان دے دیگی۔" "رادھیکا تمہارے نام پر مر کر امر ہوجائے گی۔ برجو تم نہیں جاسکتے۔ میرے دل، جگر سب میں تم اتر

چکے ہو۔ میں تمہارے نام کی پوجا کرتی ہوں۔ ہر صبح وشام بھگوان سے تمہاری لمبی عمر کی دعا کرتی ہوں۔ تم جیو ہزاروں سال دعا کرتی ہوں۔ رادھیکا تمہیں کیسے بھول سکتی ہے۔''

''رادھیکا کی بے پناہ محبت اور گاؤں والوں کی محبت کو دیکھ کر برجو بھی بہت متاثر ہوا، اور رادھیکا کا دیوانہ بن چکا تھا اور حالات نے کروٹ بدلا۔ رادھیکا کے آنسو رک گئے اور ہمیشہ کے لئے برجو اسی بلاک میں رہ گیا۔'''' اسے گاؤں والوں نے زمین دیا جس میں شاندار مکان بن کر تیار ہوا۔ صرف ایک دلہن کی کمی تھی۔ گاؤں والوں نے برجو کے لئے رادھیکا کے پتا جی کے پاس پہنچے۔ کھیت کھریان کے مالک تھے۔ لوگوں کا کھیت جوتا کرتے تھے اور کھیت میں جو فصل پیدا ہوتا اس سے زندگی بسر کرتے۔ ان لوگوں نے کہا کہ رادھیکا سے برجو کا بیاہ کر دیا جائے اور رادھیکا کے والد بھی تیار ہو گئے۔''

''اور پھر ایک بار حالات نے کروٹ بدلا۔ گاؤں کے سارے لوگ باراتی بنے اور برجو کی شادی بڑے ہی دھوم دھام سے رادھیکا سے ہو گئی اور رادھیکا برجو کی سپنوں کی رانی بن گئی۔'''' رادھیکا نئے گھر میں آئی اور برجو کے آنگن میں چتنی بن کر خوشیاں بکھیرنے لگی اور وہ گاؤں جو صدیوں سے اُجڑ سا گیا تھا۔ وہاں بھی خوشحالی آ گئی۔''

جلتا نشیمن

''ندیم کا داخلہ لکھنو کے میڈیکل کالج میں ہو چکا تھا۔ ندیم نے کئی جگہوں پر میڈیکل کا ٹسٹ امتحان دیا تھا۔ لکھنو کے ایک میڈیکل کالج میں اس کا داخلہ ہو گیا اور وہ وہاں کے میڈیکل ٹسٹ میں کامیاب ہو گیا تھا۔'' ''اب اس نے ایک کرائے کا کمرہ بھی لے لیا تھا اور باضابطہ طور سے پڑھائی شروع کر دی تھی لیکن اب لکھنو میں اکیلا تھا۔'' اس کی تنہائی تھی جو کاٹے کھاتی وہ چاہتا تھا کہ کسی سے دوستی ہو جائے تاکہ کسی طرح زندگی کے لمحات کو خوشگوار بنایا جائے۔''

''اور میڈیکل کی پڑھائی کے بعد کچھ لمحات کو پڑھائی کرنے کے بعد خوشگوار ماحول میں گزارا جائے۔ جب میڈیکل کالج جاتا تو راستے میں اسے ایک حکیم صاحب کا مطب ملتا۔ ایک دن وہ حکیم صاحب کے مطب میں جا کر بیٹھ گیا اور حکیم صاحب سے کچھ باتیں کرنے لگا۔ حکیم صاحب بھی ندیم سے مل کر بہت خوش ہوئے اور حکیم صاحب سے چند دنوں میں ندیم کی دوستی ہو گئی اور وہ بلاناغہ حکیم صاحب کے مطب میں جا کر بیٹھنے لگا۔''

''روزانہ اپنے ذہن کو سکون بخشنے کے لئے وہ حکیم صاحب کے مطب میں جاتا اور حکیم صاحب سے اس کے تعلقات بڑھتے چلے گئے اور وہ اپنے میڈیکل کے بارے میں حکیم صاحب سے بہت کچھ سیکھنے بھی لگا۔ حکیم صاحب بھی بہت ہی پرانے حکیم تھے تقریباً ۲۵ برسوں کا ان کے پاس تجربہ تھا۔'' ''وہ برابر ندیم کو میڈیکل میں کس طرح علاج کیا جاتا ہے

اس کی معلومات ندیم کو دیتے رہتے۔'''' اب ندیم کی تنہائی دور ہو چکی تھی۔'' وہ بیشتر لمحات حکیم صاحب کے مطب میں گزارا کرتا تھا۔''

'' ایک دن ندیم مطب میں بیٹھا ہوا تھا کہ سامنے کے ایک مکان سے ایک شوخ پری جو خوبصورتی میں اپنا مثال نہیں رکھتی تھی۔ لاکھوں میں ایک تھی''۔'' وہ ایسی حسن کی پیکر تھی جس کے جسم کے ہر انگ خوبصورت تھے قابل تحسین تھے۔ آنکھیں ایسی کی آہو بھی شرمندہ ہو جائے، ہونٹھ گلاب کی پنکھڑیوں سے بھی زیادہ خوبصورت، گردن صراحی کی طرح گول، جسم سیڈول انگلیاں اتنی خوبصورت کہ دیکھتے رہنے کو دل کرتا۔'''' چہرہ سرخ گلاب کی مانند ،رنگ گورا ایسا لگتا تھا کہ جنت سے زمین پر حور اتاری گئی۔ دیکھنے والے کو حور کا دھوکہ ہو جائے جو ایک بار دیکھ لے اسے بار بار دیکھنے کو دل چاہے۔ ایسی شوخ حسینہ کو دیکھ کر ندیم کا دل مچل گیا۔ وہ بے چین ہو گیا۔

'' اس نے حکیم صاحب سے پوچھا یہ کون حسینہ ہے۔ حکیم صاحب نے بتایا یہ تم نہیں جانتے یہ لکھنو کی مشہور طوائف نازنی بیگم ہے۔ یہ کسی سے نظر نہیں ملاتی۔ اس کے کئی دیوانے ہیں لیکن یہ کسی کو نہیں چاہتی۔ پورے لکھنو شہر میں اس کے حسن کا چرچہ ہے۔ بڑے بڑے دولت مند انسان، رئیس زادے اپنی دولت اس کے قدموں میں نچھاور کرنے کو تیار ہیں لیکن یہ کسی کو بھی نظر اٹھا کر نہیں دیکھتی۔ واقعی اللہ نے اس کو سجا کر بنایا ہے۔ حکیم صاحب نے نازنی بیگم کی شان میں کتنے قصیدے پڑھ ڈالے اور ندیم خاموشی سے سنتا رہا اور ایک بار ندیم کا طلسم ٹوٹا اس نے حکیم صاحب کو کہا مجھے تو آج نازنی غور سے دیکھ رہی تھی اور کافی دیر تک مجھے دیکھتی رہی بلکہ مڑ مڑ کر کئی بار دیکھا۔ ایسا محسوس ہوتا ہے جیسے وہ کسی کو تلاش کر رہی تھی وہ اسے مل گیا۔'''' حکیم صاحب کہنے لگے تمہیں غلط فہمی ہوئی ہے۔ ندیم نے کہا وہ تو وقت بتائے گا۔''

'' ندیم بھی کسی معاملے میں کم خوبصورت نہیں تھا۔ وہ بھی پیکر حسن کا مجسمہ تھا۔'''' اس

کا بھی رنگ گورا تھا، آنکھیں بڑی بڑی تھیں، چہرہ سرخ گلاب کی طرح کھلا رہتا۔ واقعی اگر کوئی لڑکی غور سے دیکھ لے تو ندیم کی دیوانی ہو جائے اور وہی ہوا۔" "کسی کی طرف نظر نہیں اٹھانے والی نازنی بیگم ندیم کی محبت میں گرفتار ہو چکی تھی۔" "صرف ایک نظر بھر کر اس نے ندیم کو دیکھا تھا۔" "اور اس پیکر حسن پر سب کچھ نچھاور کر چکی تھی۔" "ندیم پابندی سے مطب آنے لگا۔" "اب اس کا پڑھائی میں بھی دل نہیں لگتا۔" "وہ دن بھر حکیم صاحب کے مطب میں بیٹھا رہتا اور سامنے مطب کے نازنی کی بالکونی تھی جس پر نازنی کھڑی رہتی اور وہ ایک دوسرے کو بغور دیکھا کرتے۔" "ایک روز نازنی نے ندیم کے نام ایک محبت نامہ بھی بالکونی سے نیچے کی جانب گرایا۔

"ندیم نے محبت نامہ گرتے ہوئے دیکھا اور جا کر اسے اٹھالیا۔" "اس میں تحریر تھا میرے محبوب نازنی آج تک کسی کے عشق میں دیوانی نہیں بنی ہے آج تک نازنی نے جی بھر کر ایک نظر کسی کو نہیں دیکھا ہے۔" "نازنی پر مرنے والے لکھنو میں ہزاروں ہیں لیکن نہ جانے آپ میں کون سی خوبی ہے۔" "آپ کی ادا کتنی شوخ ہے۔" آپ کا حسن و جمال اتنا دلکش ہے کہ نازنی نے آپ کو ایک نظر دیکھا اور نازنی آپ کی ہو گئی اور ہمیشہ کے لئے نازنی نے سب کچھ آپ کو دے دیا۔" "میرے محبوب نازنی کو اب ایک لمحہ بھی سکون نہیں ملتا۔" "میرے دیوانے آپ مجھے اس دلدل سے نکال کر لے چلیں میں ہمیشہ کے لئے آپ کی زندگی میں آنا چاہتی ہوں۔" "میں آپ کے خوابوں کی ملکہ بننا چاہتی ہوں میں آپ کی شریک حیات بن کر آپ کے ساتھ زندگی گزارنا چاہتی ہوں۔"

"ندیم نازنی کا خط پڑھ کر اور دیوانہ ہو گیا۔" ویسے ندیم تو پہلے سے ہی نازنی کا دیوانہ بن چکا تھا۔ لیکن اس محبت نامہ نے ندیم کی محبت کا رنگ اور گہرا کر دیا۔ اب تو ندیم کو کچھ بھی اچھا نہیں لگتا وہ بس یہی چاہتا تھا کہ زندگی کا ہر لمحہ ہر آنے والی صبح یہی پیغام لے کر آئے کہ ندیم تم مت گھبرانا نازنی اب بہت جلد تمہارے باہوں میں آنے والی ہے۔" "اس نے

نازنی کو ایک الفت سے بھرا ہوا پیغام لکھا۔ میری نازنی تمہارا محبت نامہ ملا اس نے میرے دل کے تار کو جھنجھوڑ دیا۔"" یہ ندیم اب ہمیشہ کے لئے تمہارا ہو چکا ہے۔"" اس کی زندگی کے ہر پل تمہارے ہیں۔" "اب صرف تمہاری تصویر میری نظروں میں گھومتی رہتی ہے۔" "تمہاری شوخ اداؤں نے مجھے پاگل کر دیا ہے۔" اب میں بہت جلد تمہیں دلہن بنا کر لے جاؤں گا اور اس دلدل سے نجات دلاؤں گا۔"" میں کل ہی اپنے شہر حیدر آباد کے لئے روانہ ہو رہا ہوں۔ میرا رزلٹ بھی اب بہت جلد نکلنے والا ہے۔"" میری پڑھائی اب مکمل ہو چکی ہے۔ اب انتظار کی گھڑیاں ختم ہو چکی ہیں۔ ہم تقریباً ۶ سال سے اس محبت میں مبتلا ہیں اور میں ۶ سال سے تمہیں یہاں سے صرف دیکھتا ہوں دل بہت چاہتا ہے کہ تمہارے ساتھ زندگی کے لمحات گزاروں۔"" لیکن لکھنو کے حالات خوشگوار نہیں اچھا اب تم بہت جلد میری دلہن بن جاؤ گی۔"

"مجھے پورا یقین ہے کہ امی جان مجھے تم سے شادی کرنے کی اجازت دے دیں گی۔ دعا کرو ہم جلد مل جائیں۔ ہم دونوں کی دلی مراد پوری ہو۔"" یہ پیغام محبت نازنی کو بھیج دیا اور حیدر آباد کے لئے روانہ ہو گیا۔ اپنے گھر ندیم جب پہنچا تو خوشیوں کی لہر دوڑ گئی۔"" بھیا آ گئے بہنوں نے گلے لگا کر استقبال کیا۔"" ماں نے بلائیں لیں۔"" مرا لال آ گیا۔" ادھر ندیم بے چین تھا کہ ماں سے نازنی کی محبت کا واقعہ بیان کر دوں اس لئے کہ ماں ہی سب کچھ تھیں۔ والد صاحب تو دنیا کو چھوڑ کر جا چکے تھے اور آخر کار ندیم نے چائے پیتے ہوئے اپنی امی جان سے نازنی کی محبت کا واقعہ بیان کر دیا۔"" ندیم کی امی نے جیسے ہی سنا کہ نازنی ایک طوائف ہے۔"

"ندیم کی امی نے کہا کہ میں زہر کھا لوں گی اگر میرے گھر میں طوائف شادی کر کے آئی۔"" ندیم امی کو سمجھاتا رہا نہیں امی وہ طوائف نہیں ہے صرف اس کے نام کے ساتھ طوائف لگ گیا۔" وہ اس جال سے نکلنا چاہتی ہے۔"" آپ مجھے سمجھیں نازنی کی محبت کو

سمجھیں وہ بے قصور ہے وہ بے گناہ ہے۔'''' آج تک نازنی نے کسی کو جی بھر کر نہیں دیکھا ہے پورا لکھنؤ شہر اس کا دیوانہ ہے مگر نازنی کسی کی طرف نہیں دیکھتی۔'''' وہ بہت ہی شریف لڑکی ہے وہ حسن کا مجسمہ ہے۔ وہ پاک ہے۔ آپ اسے اپنا لیں۔'''' وہ آپ کے گھر میں جب بہو بن کر آئے گی تو گھر میں چار چاند لگا دے گی۔''

''وہ مذہبی معاملوں کی پابند ہو جائے گی۔ لیکن ندیم کی ماں نے صاف لفظوں میں کہہ دیا کہ میرا آخری فیصلہ ہے کہ میرے گھر میں طوائف دلہن بن کر نہیں آسکتی۔'''' میں طوائف کو اپنے گھر کی بہو نہیں بنا سکتی۔ میں اپنی پوری نسل کو برباد نہیں کرنا چاہتی۔'''' ہم لوگوں کی نسل بہت پاک وصاف ہے اگر تم نے ندیم ایسی جرأت کی کہ اس گھر کے آنگن میں طوائف کو دلہن بنا کر لائے تو میں ایک پل بھی زندہ نہیں رہ سکتی ہوں۔'''' میں یقینی طور پر زہر کھا لوں گی۔'''' ندیم اپنی والدہ سے منتیں کرتا رہا لیکن اس کی ایک نہیں چلی اور آخر کار وہ مجبور ہو کر ماں کے کہنے پر عمل کرنے کو تیار ہو گیا۔''

''ندیم کی ماں نے بہت پہلے سے ہی ندیم کی شادی اپنے بھائی کی اکلوتی بیٹی سے لگا رکھی تھی۔'''' ندیم کی شادی بچپن سے ہی ماموں زاد بہن سے طے تھی۔ ندیم کی والدہ نے کہا میں اپنے بھائی کو کیا منہ دکھاؤں گی۔'''' ندیم تمہیں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے نازنی کو بھولنا ہوگا اور ماموں زاد بہن نکہت کو اپنی دلہن بنانا ہوگا۔'''' چونکہ ماں ہی اب ندیم کے لئے سب کچھ تھیں۔'''' اس لئے ندیم نے اپنی والدہ کا کہا مان لیا۔'''' والدہ کے کہنے پر ہر طرح سے راضی گیا۔'' ادھر حالات نے کروٹ بدلا اور ندیم کا ریزلٹ بھی آ گیا۔'''' وہ میڈیکل کا امتحان پاس کر چکا تھا''۔'' اب وہ ڈاکٹر بن چکا تھا۔''

''ندیم کی والدہ نے ندیم کی شادی کی تیاریاں شروع کر دیں۔'''' ندیم کے ماموں بھی پہلے سے ہی اپنی اکلوتی لخت جگر کی شادی کی تیاری کر چکے تھے وہ بھی آمادہ ہو گئے اور اب جو حالات نے ایک کروٹ لیا جو شام نمودار ہوئی اس میں ندیم دولہا بن چکا تھا اور اپنی

ماموں زاد بہن نکہت کے آنگن میں خوشیاں بکھیر رہا تھا۔""اب نکہت ندیم کی دلہن بن چکی تھی اور وہ ندیم جو نازنی کو شریک حیات بنانا چاہتا تھا وہ ماں کے قدموں میں سب کچھ قربان کرنے کو تیار ہو گیا۔""دل نے بار بار کہا اس کی خبر نازنی کو کر دے، نا جانے وہ محبت کی دیوانی تیرا کب تک انتظار کرتی رہے گی اور اس نے نازنی کو ایک خط لکھا جو غم سے بھرا ہوا تھا۔""اس میں ندیم نے اپنی مجبوریوں کا تذکرہ کرتے ہوئے اپنی ماں کی مجبوری کا ذکر کرتے ہوئے اس شوخ پری کے دلوں کو توڑ دیا۔""نازنی کو جیسے ہی ندیم کا خط ملا اس کے ذہن میں فوراً یہ بات آ گئی کہ آخر اس لئے ندیم کے دیئے ہوئے وہ تمام گلاب کے پھول کیوں اتنی جلدی مرجھا گئے اور سوکھ گئے اور پھر ایک بار پیروں تلے کی زمین رک گئی وہ گر کر بیہوش ہو گئی۔"

"ہائے بدنصیب نازنی کی قسمت ایسی ہے۔""زندگی میں ایک بار کسی کو چاہا وہ بھی بے وفا نکل گیا۔""تمہیں ہمیشہ کے لئے روتا ہوا چھوڑ کر چلا گیا۔""ندیم کے خط لکھنے کے تقریباً ایک ہفتہ کے بعد اس کے دوست حکیم صاحب کا ایک خط ندیم کو ملا جس میں لکھا تھا کہ تم نے تو ندیم اپنا گھر بسا لیا۔لیکن ندیم بہت افسوس ہے کہ نازنی اب نہ رہی اس نے زہر کھا کر اپنی جان دے دی۔""کل ہی اس نے آخری خط لکھنے سے قبل محبت کا آخری سلام کہہ کر اس دنیا سے چلی گئی اور اس کے خوابوں کا نشیمن جل کر خاک ہو گیا۔"

گہرے زخموں کی صدا

''جاوید کی شادی دھوم دھام سے والدین نے کی تھی۔ جاوید نے اپنی خواہش کے مطابق اپنے والدین کے کہنے پر عمل کرتے ہوئے سہرا باندھا تھا اور جمیلہ کو شریک حیات بنایا تھا۔ وہ اس کے ساتھ ہمیشہ رہا کرتا تھا۔''

''جاوید کی جب تعلیم مکمل ہوگئی اور اسے ملازمت مل گئی تو والدین نے اس کی شادی کرنے کا خیال ظاہر کیا۔ جاوید راضی ہوگیا۔ ''پھر کیا تھا سہرے کے پھول کھل گئے ہر طرف شہنائی بجنے لگی اور جاوید کی بارات سج کر نکلی۔ ادھر جمیلہ بھی جاوید کی دلہن بن کر تیار تھی۔'' بارات جمیلہ کے دروازے پر پہنچی پھر رخصتی بھی ہوئی اور جمیلہ جاوید کی دلہن بن کر آئی اور اس کے آنگن میں خوشیاں بکھیرنے لگی۔''

''جاوید جمیلہ کو اپنی دلہن بنا کر لے آیا۔ وہ دونوں ایک ساتھ خوشی خوشی زندگی گزارنے لگے ہر پل وہ ساتھ ساتھ رہا کرتے تھے۔'' دونوں میں بے پناہ محبت تھی۔ جاوید پوری طرح حق زوجیت ادا کرتا، ہر وقت جمیلہ کا خیال رکھتا کہ جمیلہ کو کسی بات کی تکلیف نہ ہو اگر گھر میں والدہ کچھ بول بھی دیتیں تو وہ جمیلہ کو سمجھاتا کہ جمیلہ ناراض مت ہونا یہ میری والدہ بہت نصیحت آمیز باتیں کرتی ہیں یہ گھر کی بزرگ ہیں ان کی باتوں کا برا نہیں ماننا۔ ان کے بتائے ہوئے راستے پر عمل کرنا یہ تمہارے فائدے کے لئے کہتی ہیں۔ دونوں کی زندگی بہت شایان شان گزر رہی تھی۔ ''ازدواجی زندگی میں کبھی ہلکے جھگڑے بھی ہوجاتے تھے تو

فوراً ہی دونوں آپس میں مل جاتے۔'' جمیلہ اگر ناراض ہوتی تو جاوید اسے منالیتا اور جاوید اگر ناراض ہوتا تو جمیلہ اپنے خوبصورت باہوں کا ہار اس کے گلے میں ڈال کر منا لیتی۔''

''میرے سرتاج آپ کی ناراضگی مجھ پر قیامت ڈھاتی ہے۔آپ کبھی بھی مجھ سے ناراض مت رہا کیجئے۔'' اللہ میں تم سے ناراض نہیں رہ سکتا۔''

''خدا نہ کرے کہ وہ دن زندگی میں آئے کہ میں تم سے ناراض رہوں۔کبھی بھی پوری زندگی میں کوئی ایسی بات نہیں ہوئی تھی جس سے ازدواجی رشتہ میں کوئی فرق پیدا ہوتا ہے۔''

''دونوں بہترین ازدواجی زندگی گزار رہے تھے۔کوئی درار آج تک ان کی زندگی میں نہیں پڑی تھی۔'' ''اللہ کی مرضی سے ان کے آنگن میں ایک پھول بھی کھلا۔'' جمیلہ کو ایک خوبصورت سا چاند بیٹا پیدا ہوا۔'' چاند سے بیٹے کا نام دونوں نے ریحان رکھا۔گھر میں چاند سا بیٹا پیدا ہونے کے بعد دونوں کی محبت اور پروان چڑھ گئی۔'''' ریحان بھی ماشا اللہ سے والدین کے آنگن میں خوشیاں بکھیرنے لگا۔'' یہ پروان چڑھنے لگا اور دس برس کا ہو گیا۔''

''یہ دونوں بہترین ازدواجی زندگی گزار رہے تھے لیکن نہ جانے ان دونوں کی شادی شدہ زندگی کو کس کی نظر لگ گئی۔حالات نے کروٹ بدلا۔'' اور جاوید کا تبادلہ ایک دوسری جگہ ہو گیا۔تبادلہ ہونے کے بعد جاوید کا جانا ضروری ہو گیا۔جاوید جمیلہ کو چھوڑ کر جانے لگا۔جاوید نے اپنی زوجہ کو اپنے والدین کے پاس چھوڑ دیا۔'''' اور کہا کہ جمیلہ تم ناراض نہ ہونا والدین کے ساتھ خوشی خوشی زندگی گزارنا۔'' اگر کسی چیز کی کوئی ضرورت ہو تو والدین سے خواہش ظاہر کرنا یہ ضرور پوری کریں گے۔'''' جمیلہ جاوید کے والدین کے ساتھ زندگی گزارنے لگی اور ہر وقت جاوید کے بغیر اس کی زندگی سونی سونی رہنے لگی۔''

''وہ ہر وقت جاوید کی یاد میں تڑپتی رہتی۔جاوید کے بغیر اسے ایک پل بھی سکون نہیں ملتا۔جب جاوید کی یاد اسے زیادہ ستاتی تو وہ جاوید کی تصویر نکال کر دیکھ لیتی۔'''' کبھی اپنے معصوم چاند سے بیٹے سے اپنے دل کو بہلا لیتی اور زیادہ گھبراتی تو موبائل سے جاوید

سے گفتگو کر کے اپنا دل بہلاتی تھی۔ اسی طرح وقت گزرتا گیا۔ حالات میں تبدیلی آتی گئی۔ ''جاوید نے جمیلہ سے اپنے تعلقات میں کمی کرنا شروع کر دیا۔'' ''ایسا لگتا تھا کہ جمیلہ سے اسے نفرت ہونے لگی۔'' ''ازدواجی زندگی میں درار پڑنے لگی۔'' جمیلہ کی پریشانی میں روز بروز اضافہ ہو رہا تھا۔''

''آخر جاوید ایسا کیوں کر رہے ہیں۔ پہلے جمیلہ اگر جاوید کو ''مس کال'' کرتی تھی تو جاوید اس سے فوراً باتیں کرتا تھا۔ لیکن اب جمیلہ ''مس کال'' کرتی ہے تو جاوید کوئی جواب نہیں دیتا اور فون بھی کرتی تو جاوید فون بھی نہیں اٹھاتا۔'' ''جمیلہ اس حالات کو سوچ سوچ کر شمع کی مانند جل کر پگھلتی جا رہی تھی۔'' ''اسے ایک پل بھی سکون نہیں ملتا۔'' اس کا صبر و قرار جاتا رہا تھا۔'' وہ ہمیشہ بے چین رہتی آخر جاوید نے ایسی بے رخی کیوں اپنا لی ہے۔'' ''وہ مجھے بھولنے کی کیوں کوشش کر رہے ہیں۔'' جاوید جو جمیلہ اور بچے کو ہر ماہ خرچ کرنے کے لئے پیسہ بھیجتا تھا وہ بھی بند کر دیا۔''

''جمیلہ کی پریشانی اور بڑھتی چلی گئی اس کا چین و سکون ختم ہو چکا تھا۔ جاوید کے والدین بھی ایسی حالت میں بہت پریشان تھے۔ آخر جاوید نے ایسی بے رخی کیوں اپنا لی ہے۔'' میرا فرزند جاوید ایسا نہیں تھا۔'' ''آخر یہ کیا ہو گیا اگر والدین بھی فون سے رشتہ جوڑنے کی کوشش کرتے اور خیریت دریافت کرتے تو جاوید اپنے والدین سے بھی باتیں نہیں کرتا۔'' نہ جانے جاوید کو کیا ہو گیا تھا کہ زوجہ کے ساتھ ساتھ والدین کا حق بھی بھول گیا تھا۔''

''جمیلہ برابر یہ کہتی کہ میرے اس معصوم ریحان نے کیا بگاڑا ہے کہ جاوید اس کی خیریت بھی نہیں پوچھتے۔'' ''میرے اللہ میری حالت زار پر رحم فرمانا۔''

''لیکن وہ جاوید کی زندگی کے لئے ہمیشہ دعائیں کرتی رہتی۔'' پروردگار میرا سہاگ قائم رکھنا، میرا شوہر کہیں بھی رہے ہر آفت و بلا سے انہیں محفوظ رکھنا۔'' جمیلہ ہمیشہ نمازوں میں اپنے شوہر کی سلامتی کے لئے دعائیں مانگتی۔'' اس کی سلامتی کے لئے منتی روزے

رکھتی۔ جمیلہ یہ سب کیوں نہ کرتی وہ ایک وفادار زوجہ تھی۔''

''ادھر حالات نے کروٹ بدلا اور جاوید جو تبادلہ کے بعد لکھنو میں رہنے لگا تھا اور بہت پابندی سے ملازمت کر رہا تھا۔ اچانک اس کی زندگی میں طوفان آ گیا اس کی ملاقات زیبا نام کی لڑکی سے ہوئی۔'''' یہ وہی زیبا تھی جو اس کے ساتھ کالج میں پڑھا کرتی تھی اور زیبا کے والد صاحب بھی وہیں رہا کرتے تھے جہاں جاوید رہا کرتا تھا۔'' لیکن زیبا کے والد کا تبادلہ لکھنو میں ہو گیا اور زیبا والدین کے ساتھ لکھنو چلی آئی۔''

''کالج کے زمانے میں جاوید کی ملاقات زیبا سے ہوئی تھی اور ایک ہی ملاقات میں دونوں ایک دوسرے کو دل دے بیٹھے تھے۔'' زیبا جاوید کی دیوانی بن چکی تھی۔'''' ہر وقت زیبا جاوید کے لئے بے چین رہتی تھی۔'''' جاوید بھی زیبا کے بغیر ایک پل نہیں رہتا تھا۔'''' ہر وقت دونوں ایک ساتھ رہا کرتے تھے۔ جاوید اپنی ماہ جبیں کی تعریف میں بے پناہ قصیدہ بڑھا کرتا تھا۔ اس کے حسن و جمال کی تعریف کرتے کرتے اس کی زبان خشک ہو جاتی۔''

''زیبا بھی اپنی تعریفیں سن کر شرما جاتی تھی اور کہتی جاوید تم نے مجھے شرمندہ کر دیا۔''

''جب بھی کالج سے فرصت ملتی دونوں کالج کے گارڈین میں اپنا وقت گزارتے، ساتھ جینے مرنے کی دونوں نے قسمیں کھائی تھیں۔ ان دونوں کی محبت کا ہر طرف چرچہ ہو چکا تھا۔ عشق و مشک کبھی چھپائے نہیں چھپتا۔ دونوں کی محبت پروان چڑھ رہی تھی کہ اسی درمیان زیبا کی زندگی میں زوال آ گیا۔''

''اس کی محبت لٹ گئی وہ برباد ہو گئی تھی۔ زیبا کے والد صاحب کا تبادلہ لکھنو ہو گیا اور زیبا اپنے والد کے ساتھ لکھنو چلی آئی۔ کچھ دنوں تک دونوں میں موبائل سے باتیں ہوا کرتی تھیں۔ کچھ دنوں تک دونوں کی محبت باقی رہی پھر دوری ہونے کی وجہ سے وہ ایک دوسرے کو بھولتے چلے گئے اور یہ دونوں جہاں ملے تھے وہ نشان باقی رہا محبت ختم ہو چکی

تھی۔ ’’ ’’ لیکن عکس باقی تھا۔‘‘ جاوید کو ملازمت مل چکی تھی اور وہ زیبا کو بھول چکا تھا۔ اس کی زندگی میں نئی بہار آ گئی تھی۔‘‘ ’’ جمیلہ اس کی دلہن بن کر نئی صبح کی بہار لے کر آ چکی تھی۔ اب جمیلہ تھی اور جاوید کی محبت کی بہاریں۔

’’ لیکن حالات نے ایسا کروٹ بدلا کہ جب سے اس کا تبادلہ لکھنو ہوا تھا اور وہ لکھنو میں رہنے لگا تھا تو جاوید نے یہ سوچا بھی نہیں تھا کہ اس کی زندگی میں پھر ایک نیا موڑ آئے گا اور زیبا سے اس کی ملاقات ہو جائے گی۔‘‘ اور زندگی میں طلاطم آ جائے گا۔‘‘

’’ جاوید لکھنو کے ایک پارک میں ٹہل رہا تھا کہ اس شوخ پری زیبا سے اس کی ملاقات اتفاق سے ہو گئی۔ وہ زیبا کو دیکھ کر گھبرا گیا۔‘‘ ’’ ارے زیبا تم‘‘۔ ’’ زیبا بھی جاوید کو دیکھ کر پاگل جیسی حرکتیں کرنے لگی۔‘‘ ’’ ارے جاوید تم لکھنو کیسے آ گئے۔‘‘ ’’ جاوید نے بتایا میرا تبادلہ لکھنو میں ہو گیا ہے اور میں مسلسل لکھنو میں رہتا ہوں۔‘‘ ’’ زیبا کی زندگی میں بہار آ گئی تھی۔‘‘ ’’ دونوں کو تمام گزری ہوئیں باتیں یاد آنے لگیں۔ زیبا آج تک دوشیزہ تھی۔‘‘

’’ اسے اپنے ہاتھوں میں جاوید کے نام کی مہندی لگانے کا انتظار تھا وہ جاوید سے کہنے لگی میں جانتی تھی کہ جاوید تم ضرور آؤ گے۔‘‘

’’ اسی لئے تو میں آج تک تمہارا انتظار کر رہی تھی۔‘‘ ’’ ایک بار پھر دونوں کی محبت پروان چڑھنے لگی اس ملاقات نے دونوں کی محبت کو پھر زندہ کر دیا۔‘‘ ’’ دونوں ایک دوسرے سے ملنے لگے۔ دونوں کی محبت نے وہی رخ اپنا لیا جو پہلے تھا۔‘‘ ’’ حالانکہ جاوید نے سب کچھ بتا دیا تھا کہ میں نے شادی کر لی ہے۔ میرے والدین کے ساتھ میری زوجہ رہتی ہے۔ ’’ مجھے ایک چاند سا بیٹا ہے۔‘‘ ’’ لیکن جاوید کی دیوانی زیبا ہر حالت میں جاوید کو اپنانے کے لئے تیار تھی۔ چاہے جو کچھ بھی ہو اب میں تمہیں نہیں چھوڑوں گی۔‘‘ ’’ میں ایک بار بازی ہار چکی ہوں اب بازی نہیں ہاروں گی۔‘‘

’’ تم میرے ہو میں تمہیں نہیں چھوڑ سکتی۔‘‘ ’’ چاہے میری زندگی میں جو بھی تلاطم

آ جائے لیکن میں تمہیں اپنا بنا کر رہوں گی۔ جاوید نے اسے سمجھایا لیکن زیبا کی محبت کے آگے جاوید نے گھٹنے ٹیک دیئے۔'' زیبا نے اس کے گلے میں باہوں کے ہار ڈالے اور پھر اپنے ہاتھوں کو چوڑی سے کاٹ کر خون سے اپنی مانگ جاوید کو سجانے پر مجبور کر دیا۔ اور ہمیشہ کیلئے سہاگن بن گئی زیبا کو دلہن بنا کر جاوید نے جمیلہ کی محبت دفن کر دی تھی۔''

''جاوید نے اپنے سارے فرائض بھلا دیئے۔ جمیلہ اور بچے کے خرچ کے لئے جو رقم بھیجتا تھا وہ بھی بند کر دیا اس پر زیبا کی محبت کا پورا خمار چڑھ چکا تھا''۔ جاوید اپنی پہلی زوجہ کو ہمیشہ کیلئے بھول چکا تھا اور وہ اسے روتا بلکتا چھوڑ چکا تھا۔ وہ مکمل طور پر لکھنو میں قیام پذیر ہو گیا اور سب کچھ بھول چکا تھا۔''

''جاوید کے ایک دوست نے لکھنو سے آ کر موسم بہار میں خزاں کی خبر سنا دی۔ وہ جاوید اور زیبا کے ساتھ ایک ہفتہ رہ کر واپس آیا تھا۔ اس نے جاوید کی ساری خاموشی کا پردہ فاش کر دیا۔ اب جاوید کے سارے کرتوت پر سے نقاب اٹھ چکا تھا۔'' ''جاوید کے والدین کو ساری باتوں کا علم ہو چکا تھا۔'' ''جمیلہ کو بھی کسی نے اس پورے واقعہ کی خبر دے دی۔'' ''جمیلہ کے پیروں تلے کی زمین نکل گئی۔ جمیلہ کی زندگی اجڑ گئی تھی۔'' وہ لٹ چکی تھی وہ برباد ہو چکی تھی۔'' ''اس کا چین و سکون سب کچھ چھن چکا تھا۔''

''ایک مدت سے وہ جس انسان کا انتظار کر رہی تھی وہ اسے ہمیشہ کے لئے بھول چکا تھا۔ وہ کافی عرصہ سے اکیلی زندگی گزار رہی تھی۔'' اور ہر پل جاوید کا انتظار کر رہی تھی اس انسان کا غم برداشت نہیں کر سکی۔ جاوید کی جدائی میں وہ بے انتہا رونے لگتی اس کے آنسو تھمنے کا نام نہیں لیتے۔ اس نے لاکھ دل کو سمجھایا لیکن وہ سنبھال نہ سکی اس کا دل بے چین ہونے لگتا وہ گھبرانے لگی اور پھر گھبراہٹ میں اس نے ایک سفید چادر اوڑھ کر سو گئی۔''

''کچھ دیر بعد بیٹے نے ماں کو آ کر جگایا لیکن وہ اپنی ماں کو جگا نہیں سکا۔''

''وہ بلک بلک کر رونے لگا۔'' ''میری ماں، میری ماں کی چیخ و پکار شروع ہو

گئی۔ پورے گھر میں کہرام تھا۔''''جمیلہ اس غم کو برداشت نہ کر سکی اور جاوید کے غم میں اس دنیا کو چھوڑ کر جا چکی تھی۔'''' اور جمیلہ کا جسم سفید چادر کے نیچے سویا ہوا ساری کہانی بتا رہا تھا۔'''' جاوید جیسے انسان نے اس کی زندگی تباہ کر کے اسے لحد میں ہمیشہ کے لئے سلا دیا۔ جمیلہ نے سفید چادر نہیں اوڑھی تھی بلکہ ہمیشہ کے لئے کفن پہن لیا تھا اور جمیلہ کے گہرے زخموں سے صدا آ رہی تھی میری وفادارری زوجہ کے لئے تاریخ بنے گی اور جاوید کی بے وفائی بھی چیخیں گی۔ میں نے کیا کیا جمیلہ تم وفاداری کا صبر کا عظیم پیکر تھی لیکن میں نے جو تمہیں گہرے زخم دیئے اس کی صدا ہمیشہ فضا میں گونجتی رہے گی۔

ردی کے ٹکڑے

''جھگی جھونپڑی میں رہنے والا آدرش آج بہت خوش تھا۔ اس لئے کہ آدرش نے آج بہت زیادہ محنت ولگن سے کام کرتے ہوئے زیادہ سے زیادہ ردی کاغذ کے ٹکڑے جن میں بڑے بڑے کٹ، پلاسٹک کا ٹکڑا جو روڈ پر ردی سمجھ کر پھینک دیا جاتا ہے اور سڑک کے کنارے یہ پڑا رہتا ہے۔ اس ردی ٹکڑے کو آدرش نے ایک بڑے بورے میں اکٹھا کر کے اپنی پیٹھ پر لاد کر لایا تھا۔''

''آج وہ بہت خوش تھا اس لئے کہ آدرش کو ایک بڑی رقم ملے گی۔ آدرش کی زوجہ رادھیکا بھی بہت خوش تھی۔ پورے کنبہ کے افراد خوش تھے۔ کیوں نہ خوشی کا ماحول ہو غربت کی زندگی میں آج آدرش نے زیادہ رقم حاصل کیا تھا۔ آدرش بورے کا بوجھ اٹھائے ہوئے دکان پر فروخت کرنے کے لئے پہنچا۔ آج آدرش کو روزانہ کے معمول سے دوگنی رقم ملی تھی وہ بہت خوش تھا اور اس خوشی کی خبر اپنی زوجہ رادھیکا کو سنانے کے لئے بیتاب تھا۔''

''آدرش جیسے اپنی جھونپڑی میں پہنچا اپنی زوجہ کو یہ خبر سنایا کہ آج مجھے روز سے زیادہ رقم ملی ہے۔ اس کی پتنی رادھیکا بھی بہت خوش تھی۔ اس لئے کہ آج بچوں کو دو وقت کی روٹی سے بڑھ کر تین وقت کی روٹی ملے گی اور ساتھ میں سبزی بھی ہوگی۔''

''آدرش سڑک کے کنارے جھگی جھونپڑی میں اپنی پتنی اور بچوں کے ساتھ رہا کرتا تھا۔ جھونپڑی پھونس کی بنی ہوئی تھی جس میں کوئی پائیداری نہیں تھی۔ بس ایک سہارے پر

جھونپڑی کھڑی تھی۔'' بانس کے کھمبے تھے جس کے سہارے جھونپڑی کو کھڑا کیا گیا تھا۔ غریبوں کا نشیمن ایسا ہی ہوتا ہے اور غریب اسی میں خوش رہتے ہیں۔ بس روزانہ دو وقت کی روٹی میسر ہو جائے ان کی زندگی کا خواب پورا ہو جاتا ہے۔

''آدرش اپنی جھونپڑی میں اپنی زندگی کے لمحات گزار رہا تھا اور اپنی پتنی اور چار بچوں کے ساتھ بہت خوش تھا۔ اس کی زندگی کا معمول تھا کہ وہ روزانہ شب میں جب روڈ پر ٹریفک کم ہو جاتی سڑکیں سنسان ہونے لگتیں ہر طرف تنہائی ہوتی۔ شب کی تاریکی ہوتی۔'' اس تاریکی میں کہیں کہیں پر بجلی کے کھمبے میں لگے بلب کی روشنی ہوتی۔ اسی روشنی کے سہارے آدرش روڈ کے کنارے کنارے لمبا راستہ طے کرتا ہوا سڑک کے کنارے پر پڑے ہوئے ردی کاغذ کے ٹکڑے، بڑے بڑے کٹ کے ٹکڑے، پلاسٹک کے ٹکڑے جو سڑک کے کنارے ردی سمجھ کر پھینک دیئے جاتے تھے اسے آدرش چن چن کر جمع کر کے ایک بڑے بورے میں جمع کرتا جا رہا تھا اور شب کے آخری حصہ میں وہ بڑے سے بورے کا بوجھ اٹھائے ہوئے لے کر اپنی جھونپڑی میں آجاتا تھا اور جو شب کی تاریکی کا حصہ بچا رہتا اس میں آرام کرتا۔''

''جب رات کی تاریکی اپنے دامن کو سمیٹتی اور صبح کی سفیدی نمودار ہوتی تو وہ ان ردی ٹکڑوں کا بوجھ سر پر اٹھا کر لے جا کر فروخت کر دیتا اور جو رقم اسے ملتی اس سے روزانہ کا خرچ پورا کرتا۔ کبھی ردی ٹکڑے کم ملتے تو اس کی اور پریشانی بڑھ جاتی وہ فکرمند ہو جاتا آج آمدنی کم ہوئی گھر کا خرچ کیسے پورا ہوگا'' کیا کریں گے۔ ہماری پتنی اور ہمارے بچے بڑے صبر کرنے والے ہیں انہیں اگر تین وقت کے بجائے دو ہی وقت کی روٹی ملے گی تو وہ خوشی سے کھا کر اس غربت کی زندگی گزار لیں گے۔ ویسے تو غریب ہر وقت ہنستے رہتے ہیں۔ یہ لوگ تھوڑے سے رقم میں ہی بڑے خوش و خرم رہتے ہیں۔''

''آدرش یہی سوچتا کہ میرے کنبہ میں فاقہ کشی کی نوبت نہ آئے اور روزانہ دونوں

وقت کی روٹی میسر ہوتی رہے۔ آدرش کا معمول تھا کہ شب میں ردی ٹکڑے چنتا اور صبح سے لے کر شام تک اپنے آشیانہ میں رہتا اور اپنی پتنی رادھیکا اور بچوں کے ساتھ دکھ درد بانٹتا اور پھر جب شام نمودار ہوتی اور شب کی تاریکی آتی تو آدرش اپنے کام میں لگ جاتا۔''

''ایک دن آدرش اپنی پتنی رادھیکا کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا کہ اس کی پتنی رادھیکا نے کہا کہ آدرش تم کب تک اسی طرح شب میں جاگ کر ردی ٹکڑے چن چن کر زندگی بسر کرتے رہو گے۔ اپنے پاس اچھی جھونپڑی نہیں ہے۔'' اپنی بیٹی پورنیما بھی سن بلوغ کو پہنچ رہی ہے۔ اس کی شادی کا انتظام کرنا ہے۔ ابھی سے تھوڑا تھوڑا سامان لیا جائے گا تب جا کر وقت پر پورا ہوگا اور شادی کا انتظام ہوگا۔''

''آدرش کی پتنی نے کہا کہ آدرش تم اس کاروبار کو اور آگے بڑھاؤ اور ایک ٹھیلہ گاڑی لے لو اور کچھ پونجی کا انتظام کرو۔ کچھ رقم پونجی کی شکل میں اکٹھا ہو جائے گی۔ پیسہ دے کر ردی کاغذ، ردی اخبار پلاسٹک کے ٹکڑے لوہے کا ردی سامان پیسہ سے خریدو گے اور پھر اسے فروخت کرو گے تو زیادہ رقم ملے گی اور اس کام میں تمہیں بوجھا نہیں اٹھانا پڑے گا۔ بوجھ سے بچ جاؤ گے ٹھیلہ چلاؤ گے۔ آمدنی بڑھے گی۔ تو پیسہ کچھ بچے گا بھی اور تم شب میں جاگنے سے بھی بچ جاؤ گے۔''

''رادھیکا کا یہ مشورہ آدرش کو بہت پسند آیا اور اس نے فیصلہ کر لیا کہ رادھیکا نے جو مشورہ دیا ہے اس پر عمل کروں گا اور اسی دن سے آدرش قرض لینے کے لئے کوشش میں مصروف ہو گیا۔ اپنے ایک دوست سے آدرش نے قرض کے لئے کہا اس نے کہا قرض تو ملے گا لیکن سود پر پیسہ ملے گا۔ اگر آدرش تم کہو تو میں تمہیں سود پر قرض دلا دوں۔'' آدرش نے کہا کب تک ایسی زندگی بسر ہوتی رہے گی۔ رادھیکا سے دریافت کر کے قرض لے لوں گا۔''

''آدرش نے رادھیکا سے مشورہ کیا۔ رادھیکا نے آدرش کو مشورہ دیا کہ سود پر پیسہ لے لو کاروبار بڑھ جائے گا تو پیسے زیادہ آنے لگیں گے تو پہلے قرض ادا کر دیں گے۔ پھر اپنی

جھونپڑی اچھی بنالیں گے اس کے بعد اپنی بچی کی شادی کریں گے۔ یہ سب خیالات ایک ساتھ ذہن میں آنے لگے اور اسی طرح کا پروگرام رادھیکا اور آدرش نے بنا لیا۔ آدرش قرض لے کر اپنے کاروبار کے لئے ایک ٹھیلہ کا بھی انتظام کر لیا اور باضابطہ طور سے اپنے کاروبار کو شروع کر دیا۔'' اب آدرش ٹھیلہ کے سہارے اپنا کاروبار کر رہا تھا۔ اس کی زندگی میں بہار آ گئی تھی۔ اب سر پر بوجھ اٹھانے کا دن ختم ہو چکا تھا۔ اب راتوں میں جاگنے کا سلسلہ ختم ہو چکا تھا۔ اب آدرش رات کی تاریکی میں جی بھر کر سوتا اور دن کی روشنی میں اپنے ٹھیلے سے پرانے سامان لوہا، ردی کاغذ، ردی پلاسٹک کے ٹکڑے، لوہے کے پرانے سامان خریدتا اور یہی کوشش میں مصروف تھا کہ اپنے کاروبار کو کسی طرح جلد آگے بڑھائیں اور اپنے خوابوں کو پورا کریں۔''

''روزانہ کے معمول کے مطابق آدرش تیزی سے اپنے کاروبار میں مصروف تھا۔ اور کچھ رقم اکٹھا کرنے لگا۔ روزانہ دن بھر اپنی محنتوں سے آدرش نے کچھ رقم بھی اکٹھا کرنا شروع کر دیا تھا اور وہ بہت خوش تھا۔ اس کی پتنی رادھیکا خوش تھی کہ لگتا ہے آدرش کی محنت رنگ لائے گی۔ اور ہماری جھونپڑی اب پہلے سے اچھی ہو جائے گی۔''

''ہماری بیٹی کی شادی اب یقینی طور پر بڑے دھوم دھام سے ہوگی۔ اب ہمیں کامیاب ہونے سے کوئی نہیں روک سکتا۔ دونوں بہت خوش تھے۔ اب تو آدرش کے یہاں تینوں وقت کی روٹی میسر ہونے لگی تھی۔ آدرش اپنی پتنی اور اپنے بچوں کے ساتھ بہت خوش تھا۔'' ''لیکن تقدیر کا لکھا کون جانتا ہے۔ آدرش کی زندگی میں بھی ایک طوفان آ گیا تھا۔ آدرش جب شام کو اپنی جھونپڑی کے قریب بیٹھا ہوا تھا کہ ایک شور ہوا، آدرش تمہاری جھونپڑی میں آگ لگ چکی ہے۔ آدرش نے فوری طور پر پانی کا انتظام کیا اور محلے کے بھی افراد نے جھونپڑی کی آگ کو بجھانے کی کوشش تیز کر دی۔''

''آگ لگی کیسے کسی نے کہا ایک سگریٹ پینے والے نے سگریٹ کا آخری ٹکڑا

جھونپڑی کی طرف پھینک دیا۔کاش یہ سگریٹ پینے والے انسان غریبوں کے دکھ درد جو سمجھ پاتے اوران کی جھونپڑی میں آگ لگنے سے بچ جاتی۔غریبوں کا نقصان نہیں ہوتا۔ان کے گھر کا چراغ نہیں بجھتا۔آگ آدرش کی جھونپڑی میں پوری طرح لگ چکی تھی۔ بجھاتے بجھاتے بھی آدرش کی جھونپڑی پوری جل گئی اور ساتھ میں اس جھونپڑی میں آدرش کی پتنی بھی جل گئی۔آدرش اس دردناک منظر کو اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا تھا۔اس کی پتنی بری طرح جل چکی تھی اور اسپتال میں موت وحیات کی جنگ لڑ رہی تھی۔آدرش کی ساری تمنائیں جھونپڑی میں جل کر خاک میں مل گئی تھی۔آدرش یہی سوچ رہا تھا کہ پھر اسے ردی ٹکڑے کا بوجھ اٹھانا ہوگا۔میری قسمت میں شاید یہی ہے۔

پکارے میرا پیار

''ٹرین برق رفتاری سے پٹری پر چلی جارہی تھی اور ٹرین کے سکنڈ کلاس ریزرویشن ڈبہ میں آج سکون کا ماحول تھا۔'' ہر مسافر اپنی اپنی سیٹ پر نیند کی آغوش میں جا چکا تھا۔'' ''نیلی ہلکی سی روشنی تھی۔''

''سرفراز بھی اپنی سیٹ پر لیٹا ہوا تھا۔'' اسے نیند نہیں آرہی تھی۔'' ''وہ کبھی اٹھ کر ٹہلتا پھر جا کر اپنی سیٹ پر سو جاتا۔ لیکن آج نیند آنکھوں سے اڑ گئی تھی۔'' ''اسے عجب طرح کی بے چینی تھی۔'' ''وہ پھر اٹھ کر ٹہلنے لگا۔ اسی درمیان جب وہ ٹرین کے ڈبہ میں ٹہل رہا تھا۔ ایک سریلی آواز اس کے کانوں سے ٹکرائی۔ میرے پاپا، میرے پاپا۔'' آواز میں اتنا جادو تھا کہ سرفراز بے چین ہو گیا۔'' سرفراز نے کہا گھبرائیے نہیں آپ کے پاپا ہیں اور سامنے والی سیٹ پر سوئے ہوئے ہیں۔''

''ٹرین پر سرفراز لکھنو اسٹیشن سے سوار ہوا تھا اور اسے پٹنہ جانا تھا۔'' ''اتفاق سے اسی ڈبہ میں ایک چھوٹی فیملی جس میں آفرین اور اس کے پاپا، امی بھی اسی ٹرین میں لکھنو سے سوار ہوئے تھے۔ سرفراز اور آفرین کا ایک ہی ڈبہ تھا اور آمنے سامنے برتھ تھا۔'' ''برتھ کی تلاش میں کچھ دشواری ہو رہی تھی۔'' جس میں سرفراز نے کافی مدد کی۔'' ''پھر آسانی سے آفرین اور اس کے پاپا امی بھی اپنی اپنی سیٹ پر سونے لگے۔ آفرین اور اس کے والدین لیٹتے ہی نیند کی آغوش میں چلے گئے۔ لیکن جب سرفراز اپنی سیٹ پر لیٹا تو اسے نیند نہیں

آ رہی تھی۔ ''''اس کی آنکھیں دھوئی دھوئی لگ رہی تھی۔ '''' اسے ایک طرح کی بے چینی تھی۔ '''' وہ بار بار اپنی سیٹ پر سے اٹھ کر اپنے ڈبہ میں ٹہلنے لگتا۔ پھر کبھی آ کر اپنی سیٹ پر بیٹھ جاتا۔ '''' اسے ذرا برابر بھی صبر وقرار نہ تھا۔''

''سرفراز نے بڑے حسن دیکھے تھے لیکن آج تک اس کے دماغ پر کوئی چھایا نہ تھا۔ لیکن جب اس نے آفرین کے حسن کا دیدار کیا تھا۔'' اس کے ہوش وحواس جا رہے تھے۔ وہ بار بار دل ہی دل میں یہی سوچ رہا تھا کہ اے اللہ تیری اس کائنات میں ایسا حسن کا شاہکار بھی ہے اتنی نازک اندازی بھی ہے۔ '''' دیکھ کر پری کا شک ہونے لگے۔ جنت کی حر کا تصور ہونے لگے۔'' آنکھوں میں کاجل لگی ہوئی۔ جس پر آہو کی آنکھیں بھی شرمندہ ہو جائے، گردن صراحی کی مانند، ہوٹھ جیسے پنکھڑی گلاب کے چہرہ سرخ گلاب کی طرح رنگینیاں بکھیرتا ہوا۔ '''' سر سے لیکر پیروں تک یہ حسن کا مجسمہ قدرت کی انمول رتن تھی۔'' ''جسے بار بار دیکھنے کا سرفراز کا دل چاہتا تھا۔ سرفراز اسے بار بار دیکھ رہا تھا۔ اس حسن کی پری نے آج سرفراز کی آنکھوں کی نیند اڑا دی تھی۔''

''وہ پھر اٹھ کر ٹرین کے ڈبہ میں ٹہلنے لگا۔ اسی درمیان پھر اس کے کانوں سے ایک سریلی آواز ٹکرائی۔ میرے پاپا، میرے پاپا، یہ آفرین کی آواز تھی۔'' جو آنکھ کھلنے پر اپنے پاپا کو تلاش کر رہی تھی۔ '''' سرفراز نے دبی ہوئی آواز میں کہا آپ پریشان نہ ہوں۔ آپ کے پاپا یہیں پر سامنے والی سیٹ پر سوئے ہوئے ہیں۔ پھر خاموشی چھا گئی۔ '''' ہر طرف سناٹا ماحول تھا۔'' ڈبے کے اندر ایک خاموشی تھی۔''

''ٹرین برق رفتاری سے چھوٹے چھوٹے اسٹیشنوں کو چھوڑتی پٹری پر دوڑ رہی تھی۔ ہوا کے تیز جھونکے کھڑکی سے اندر کی جانب آ رہے تھے۔ '''' جو بار بار سرفراز کے جسم سے ٹکراتے جو سرفراز کے آنکھوں میں بھی غنودگی پیدا کرنے لگتے۔ '''' سونا نہیں چاہتا تھا اس لئے کہ صبح کے بعد اس حسن کا دیدار کہاں ہوگا۔ '''' سرفراز کی آنکھ ابھی ہلکی ہلکی لگ رہی

تھی کہ اسی درمیان سرفراز نے دیکھا کہ ایک بدمعاش آفرین کی والدہ کے گلے میں پڑی ہوئی سونے کی چین اتار رہا تھا۔ پھر اس نے آفرین کے ہاتھ سے گھڑی بھی اتاری اور وہ بدمعاش آفرین کے پاپا کے منہ کو دبائے ہوئے تھا۔''''ان کے جیب سے موبائل اور پرس نکال رہا تھا۔''''اچانک سرفراز کی آنکھ جو ہلکی ہلکی جھپک رہی تھی کھل گئی۔اس نے یہ دیکھتے ہی ہنگامہ کیا۔ پھر کیا ڈبہ میں سارے افراد جاگ گئے۔ بدمعاش سامان چھوڑ کر اپنی جان بچا کر چلتی ٹرین سے بھاگنے میں کامیاب ہو گئے۔''

''آفرین کی امّی نے کہا نہ جانے کیسے اس ریزرویشن ڈبہ کا دروازہ کھل گیا۔ بڑے تعجب کی بات ہے۔''''آفرین کے والد بھی یہی کہہ رہے تھے کہ بدمعاش نہ جانے کیسے آئے۔''سرفراز نے بھی ان لوگوں کی باتوں میں ہاں میں ملائی۔''''آفرین بھی جاگ رہی تھی۔''''آفرین کی امّی اور پاپا سرفراز کا شکریہ ادا کرنے لگے اور اس کی بے انتہا تعریف کر رہے تھے اس کی دلیری کی تعریف کر رہے تھے۔ٹرین کے ڈبہ میں ہر افراد سرفراز کی بے انتہا تعریف کر رہا تھا۔''''سرفراز نے آفرین کے پاپا اور امّی سے کہا اس میں اتنی تعریفوں کی کیا بات ہے اور شکریہ کیسا ادا کرنا۔ یہ تو میرا فرض تھا۔ جو میں نے کیا۔''اسی درمیان ایک سریلی درد بھری آواز آئی۔''شکریہ قبول کر لیجئے نا۔''''یہ آفرین کی آواز تھی جس کو سننے کے لئے سرفراز کافی دیر سے بے چین تھا۔''

''پھر دھیرے دھیرے لوگوں کی آنکھوں میں نیند آنے لگی اور ڈبے کے اندر اپنی اپنی برتھ پر ہر فرد سونے لگا۔ آفرین کے امّی پاپا بھی سو گئے اور آفرین کے آنکھوں میں نیند آنے لگی۔ وہ بھی نیند برداشت نہ کر سکی۔ ڈبہ میں پھر سناٹا چھا گیا تھا۔'' چونکہ رات کا کچھ حصہ ابھی باقی تھا۔ اس لئے ہر افراد پر نیند طاری ہو گئی۔ لیکن سرفراز کو نیند نہیں آرہی تھی۔ وہ جاگ رہا تھا اور حسن کی پیکر آفرین کے دیدار میں محو تھا۔''

''پھر ایک بار رات نے کروٹ بدلی۔ رات نے اپنی تاریکی پر سے گھونگھٹ ہٹایا۔ سحر کی سفیدی نمودار ہونے لگی۔ رات کی تاریکی جاتی رہی۔''''صبح کی روشنی اپنی رنگینیاں بکھرنے

لگیں۔""" چڑیوں کے چہچہانے کی آوازیں آنے لگیں۔ پرندوں نے آسمان میں اڑنا شروع کر دیا۔ دیکھتے ہی دیکھتے آفتاب نے اپنی کرنیں زمین پر بکھیرنا شروع کر دیا۔ ہر افراد اپنی اپنی سیٹ پر جاگ گئے اور اٹھ کر بیٹھنے لگے۔""" آفرین کے پاپا، امّی بھی جاگ گئے۔ لیکن آفرین کی نیند نہیں ٹوٹی۔""" وہ اپنی سیٹ پر سوئی ہوئی تھی اور وہ سرفراز جو رات میں حسن کی پیکر کا ٹھیک سے دیدار نہ کر سکا تھا۔ وہ دھوپ کی کرنوں کی چمک میں اس پری کو ٹکٹکی باندھے دیکھ رہا تھا۔"

"اسی درمیان آفرین کی نیند بھی ٹوٹ گئی۔ اس نے جیسے ہی آنکھیں کھولی اس کی نظر سامنے بیٹھے سرفراز پر پڑی وہ ہلکا سا مسکرائی۔""" پھر اس نے سرفراز سے پوچھا کیا آپ نہیں سوئے۔ سرفراز نے کہا میرے آنکھوں کی نیند تو غائب ہو گئی ہے۔ اللہ آپ جاگ گئے ہم لوگوں کی حفاظت کی خاطر، نہیں نہیں ایسی بات نہیں مجھے نیند کم آتی ہے۔ میں اکثر جاگتا ہی رہتا ہوں۔ رات کے حصے میں ضرور سویا کیجئے۔ اس سے تندرستی اچھی رہتی ہے۔ دماغ صحیح طریقے سے کام کرتا ہے۔ سرفراز نے کہا شکریہ۔""" آفرین ہلکا سا مسکرائی۔"

"سرفراز نے آفرین سے اس کا موبائل نمبر مانگنے کی کوشش کی لیکن آفرین کے پاپا امّی کے سامنے اس کا لب نہیں کھل سکا۔""" وہ خاموش رہ گیا۔ آفرین بھی اپنا موبائل نمبر سرفراز نہ کو دے سکی۔""" وہ بھی اپنے پاپا اور امّی کے سامنے یہ جرأت نہ کر سکی۔""" بس ایک سلسلہ تھا ایک دوسرے کو دیکھنے کا کبھی ترچھی نظروں سے آفرین سرفراز کو دیکھ لیتی اور کبھی سرفراز آفرین کو ترچھی نظروں سے دیکھتا۔" اور دل ہی دل میں کہتا یہ حسن کی پیکر اب جدا ہونے والی ہے۔"

"آفرین کے پاپا امّی نے سرفراز سے کہا۔ بیٹا کبھی میرے یہاں بھی آؤ۔""" میرا پتہ یہ ہے۔ تم سے الفت ہو گئی ہے۔ تم اپنوں کی طرح ہو گئے ہو۔""" آفرین نے بھی ہاں میں ہاں ملائی۔ ہاں آپ ضرور آیئے۔""" میں آپ کا انتظار کروں گی۔""" پھر جلدی سے گھبرا کر آفرین نے کہا پاپا امّی بھی آپ کا انتظار کریں گے۔" "سرفراز نے کہا انشاء اللہ کوشش کروں گا۔""" سرفراز کو چونکہ پٹنہ اسٹیشن پر اترنا تھا۔" اور آفرین کو کولکاتا جانا تھا۔""" اس

لئے سرفراز اترنے کی تیاری کرنے لگا۔'' ''پٹنہ جنکشن اب آنے ہی والا تھا۔'' ''ٹرین دھیرے دھیرے چلنے لگی اور آہستہ آہستہ سیٹی دیتی ہوئی پٹنہ جنکشن پر آ لگی۔'' سرفراز کھڑا ہوا اترنے کے لئے اس کے ساتھ آفرین بھی کھڑی ہوگئی۔'' اس کے پاپا، امی بھی کھڑے ہوگئے۔'' ''سرفراز ٹرین سے اترنے لگا۔''

''آفرین خود کو روک نہ سکی وہ بھی اس کے پیچھے پیچھے پلیٹ فارم پر اتر گئی۔'' پھر سرفراز نے ان سے آنے کا وعدہ کر کے ٹرین پر سوار کیا۔'' ''سرفراز کی آنکھیں نم تھیں۔'' ''آفرین کی آنکھوں میں آنسو تیر رہے تھے، کبھی کبھی رخسار پر ٹپک بھی جاتے۔'' ''آفرین اپنے آپ کو سنبھال رہی تھی۔'' ''جسم تو کسی طرح سنبھل گیا۔ لیکن آنسو نہ رک سکے وہ بے تحاشہ رونے لگی۔'' ''آنسو تھمنے کے نام نہیں لیتے۔'' ''سرفراز سوچنے لگا اتنے کم وقفے میں اتنی زیادہ محبت۔ ہائے یہ بھی کیا چیز ہے جو دل و دماغ پر نقش کر جاتی ہے۔ ہمیشہ کے لئے جگہ بنا لیتی ہے۔'' اسی درمیان ٹرین پٹنہ جنکشن چھوڑنے لگی اور سرفراز نے اپنی پرنم آنکھوں سے آفرین کو الوداع کہا۔''

''جب تک ٹرین جاتی رہی سرفراز اسے غور سے دیکھتا رہا۔ جب ٹرین اس کی نظروں سے اوجھل ہوگئی تب سرفراز کا طلسم ٹوٹا۔'' اس کا طلسم تو ٹوٹ گیا لیکن وہ آفرین کے خیالوں میں کھویا کھویا رہا۔'' ''آنکھوں سے آنسو تھمنے کا نام نہیں لیتے۔'' ''وہ کرب و بے چینی کے عالم میں بے تحاشہ روئے جا رہا تھا۔'' ''اسے آفرین سے بے انتہا محبت ہوگئی تھی۔'' ''پھر کسی طرح اس نے اپنے دل کو سنبھالا اور پلیٹ فارم سے باہر آیا اور آٹو پکڑ کر اپنے گھر آ گیا۔'' ''لیکن اسے ہر لمحہ آفرین کا خیال آتا رہتا۔ دن و رات ہر لمحہ آفرین کا خیال آتا۔ اسے کچھ اچھا نہیں لگ رہا تھا۔'' ''اس حسن کی مجسمہ نے نیلی نیلی آنکھوں والی آفرین نے اس پر ایسا جادو چلایا تھا جو اسے دیوانہ بنا رہی تھی۔ اس کا صبر و قرار، چین و سکون سب کچھ چھین لیا تھا۔'' اسے دفتر میں بھی کام کرنے کا جی نہیں چاہتا۔'' ''وقت گزرتا گیا۔'' ''اسے دفتر سے فرصت نہیں ملتی۔ تقریباً ایک سال کا وقفہ گزر گیا۔ تب جا کر اسے کسی طرح چھٹی ملی تو

وہ کرب و بے چینی کے عالم میں خوشیوں سے جھوم رہا تھا۔'' ''دل میں آفرین سے ملاقات کی تمنا لیئے ہوئے اپنے حسن کی پیکر کا دیدار کرنے کے لئے وہ پٹنہ جنکشن سے ٹرین پر سوار ہوا اور جیسے جیسے ٹرین کولکاتا کے قریب آتی گئی، اس کی خوشیوں میں اضافہ ہو گیا۔'' ''راستے میں ٹرین میں وہ سوچتا رہا کہ کیسے وہ لمحہ قریب آجاتا کہ وہ آفرین کے سامنے ہوتا۔''

''آخر وہ وقت بھی آیا جسے اس کا شدت سے انتظار تھا۔''ٹرین کولکاتا جنکشن پر آ لگی۔'' وہ جلدی سے پلیٹ فارم سے باہر نکلا اور آفرین کے پاپا کے دیئے ہوئے پتہ پر روانہ ہوا۔'' ''اور جیسے ہی اس جگہ وہ پہنچا جہاں کا پتہ آفرین کے پاپا نے دیا تھا۔'' ''وہ اس جگہ کو دیکھ کر بے انتہا خوش ہوا۔'' ''اسے آفرین یاد آ گئی۔'' ''ایک تمنا جو ملن کے لئے انگڑائی لے رہی تھی اس کا وقت قریب آ گیا۔'' ''دو دل پھر ایک دوسرے سے ملنے والے تھے۔'' ''ایک مدت کے بعد حسن کی پیکر کا دیدار ہونے والا تھا۔'' ''کیوں نہ خوشی ہوتی تمام مرادیں ایک ساتھ پوری ہوئیں تھیں۔''

''لیکن جیسے ہی سیڑھی سے چڑھتا ہوا آفرین کے فلیٹ کی طرف بڑھ رہا تھا۔ اسی درمیان سامنے والے فلیٹ سے ایک شخص نکلا۔'' ''سرفراز نے آفرین کے پاپا کا نام لیتے ہوئے پوچھا کہ وہ سامنے والا فلیٹ ان ہی کا ہے۔'' ''سامنے سے آنے والے انسان نے بتایا کہ آفرین کے پاپا نے اس دنیا کو الوداع کہہ دیا۔ ان کا انتقال ہو گیا۔'' اور آفرین کی امی بھی اس صدمے کو برداشت نہیں کر سکیں اور فانی دنیا کو انہوں نے بھی الوداع کہہ دیا۔'' ''آفرین اس دنیا میں تنہا ہو گئی تھی۔'' ''آفرین کے ماموجان آکر آفرین کو اپنے ساتھ لے کر چلے گئے۔'' ''سرفراز نے پوچھا وہ کہاں رہتے ہیں۔ اس شخص نے کہا ہمیں یہ نہیں معلوم کہ وہ کہاں رہتے ہیں لیکن کچھ روز پہلے یہ پتہ چلا تھا کہ آفرین کے ماموں نے آفرین کی شادی کر دی۔''

''یہ خبر سن کر سرفراز کے پیروں تلے سے زمین نکل گئی۔'' ''اس پر غموں کا پہاڑ ٹوٹ پڑا تھا۔'' ''اس کے ارمان مٹی میں مل چکے تھے۔'' سارے تمنائیں ایک ساتھ دفن ہو گئی۔'' ہائے

دل میں کیا ارمان تھے۔'' ''ان کا خون ہو گیا۔'' ''اس کا سکون ختم ہو چکا تھا۔ اس کا صبر و قرار سب آفرین لے کر جا چکی تھی۔'' ''اس کے ہاتھ پیر کانپ رہے تھے۔ وہ بے تحاشہ روئے جا رہا تھا۔'' ''کوئی مجھے آفرین کا پتہ بتا دیتا۔'' ''تقدیر نے کیا بد قسمتی دکھائی ہے۔'' ''ایسا کیوں ہوتا ہے۔ جب دو دل میں ایک دوسرے کی بے پناہ چاہت ہوتی ہے وہ جدائی میں کیوں بدل جاتی ہے۔'' ''ساری تمنائیں خاک میں مل جاتی ہیں۔'' ''دو دل آپس میں نہیں مل پاتے کاش ایسا نہ ہوتا۔ محبت میں جدائی نہ ہوتی۔'' ''عاشق و معشوق ایک دوسرے سے مل جاتے۔''

''سرفراز نہ جانے اور کیا کیا کہنے لگا۔ وہ پاگل جیسا ہو گیا تھا۔'' وہ تو آفرین کا دیوانہ ہو چکا تھا۔'' ''اس نے فیصلہ کر لیا کہ یہ پوری زندگی آفرین کے نام پر وقف کر دوں گا۔'' وہ کولکا تا کے ایک چوراہے پر کھڑا سوچ رہا تھا۔ میرے پاس اب کیا بچا ہے۔ صرف آفرین کی یادیں۔'' جو دھندلی ہو چکی ہیں۔ اس کی چوڑیوں کی کھنکھناہٹ۔ اس کے پایل کی آواز جو بار بار اس کے کانوں سے ٹکرا رہی تھی اور حسن پیکر کا چہرہ اس کی آنکھوں کے سامنے بار بار آ رہا تھا۔ اس کی یادیں سرفراز کے دل و دماغ پر چھا چکا تھا۔ جو اس سے جدا ہونے کا نام نہیں لیتے۔''

''وہ بار بار یہی سوچتا یہ لمحہ میری زندگی میں کیوں آیا؟۔'' ''کاش وہ لمحہ جو ٹرین میں آیا تھا نہ آتا میری ملاقات آفرین سے نہ ہوتی تو آج میری زندگی میں یہ کرب و بے چینی نہ ہوتی۔'' ''لیکن تقدیر کو یہ سب دیکھانا تھا۔'' میرے دل میں تمنا انگڑائی لے ہی تھی کہ آفرین سے جو میری ملاقات آدھی ملاقات ہے۔ وہ ایک دن پوری ملاقات میں بدل جائے گی۔'' ''لیکن میری تمنا پوری نہ ہو سکی اور یہ ملاقات آدھی ملاقات ہو کر رہ گئی۔'' کاش جس وقت ٹرین چل رہی تھی اسی وقت میں آفرین سے کہہ دیتا اب تم دل کی دھڑکن بن چکی ہو۔ میری سانسوں میں تم بس گئی ہو اور یہی کہتا کہ میرے محبوب نہ جا۔ شاید وہ ٹھہر جاتی۔ اب زندگی بھر میرا پیار اسے پکارتا رہے گا۔''

❖❖❖

لاش پر پھول

"سلیم کے والد کی دلی تمنا تھی کہ سلیم کے لئے اچھی تعلیم کا انتظام کیا جائے اور وہ سلیم کی تعلیم کا ہر طرح سے خیال رکھتے تھے کہ سلیم اعلیٰ تعلیم حاصل کرے۔ سلیم بھی بہت محنت و لگن کے ساتھ پڑھائی کا سلسلہ جاری رکھے ہوئے تھا۔ میٹرک کا امتحان بھی سلیم نے فرسٹ ڈویژن سے پاس کیا اور پھر آئی اے میں داخلہ لیا اس نے اچھے نمبر سے کامیابی حاصل کی۔ اور بی۔ اے میں داخلہ لے لیا اور بی اے میں بھی سلیم نے نمایاں کامیابی حاصل کی اور والدین کا نام روشن کیا۔"

"سلیم کے والدین کی دلی خواہش تھی کہ سلیم اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کے بعد فوج میں ملازمت کرے اس لئے کہ سلیم کے والدین کو اپنا وطن بہت عزیز تھا وہ اپنے وطن سے بہت محبت کرتے تھے اور وہ چاہتے تھے کہ سلیم بھی اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کے بعد فوج میں ملازمت کر کے اپنے وطن کی حفاظت کرے اور اللہ نے سلیم کے والد کی حسرت پوری کر دی۔ سلیم کو فوج میں ملازمت مل گئی اور وہ اپنے فرائض انجام دینے لگا۔ سلیم چونکہ اپنے والدین کا ایک ہی چشم و چراغ تھا اس لئے والدین کی دلی تمنا تھی کہ سلیم کو ملازمت مل چکی ہے اس لئے کسی اچھی سی لڑکی سے سلیم کی شادی کر دی جائے۔ سلیم کا رشتہ تلاش ہونا شروع ہوا۔" "ایک اعلیٰ خاندان میں جو کافی تعلیم یافتہ اور بہادر خاندان تھا اور ان لوگوں کو بھی وطن سے بے پناہ محبت تھی۔"

''اس خاندان میں سلیم کا رشتہ طئے ہو گیا۔ سلیم کا جس لڑکی سے رشتہ طئے ہوا وہ بھی بی۔ اے پاس تھی۔ ثانیہ سلیم کی زوجہ بن کر اس کی زندگی میں آ گئی اب ثانیہ سلیم کی زندگی میں خوشیاں بکھیر رہی تھی۔'''' دونوں نے ازدواجی زندگی کا بہترین سفر شروع کیا۔'''' بس ایک تمنا تھی کہ سلیم کے آنگن میں ایک پھول کھل جائے''۔ سلیم کے والدین بہت خوش تھے اس لئے کہ ان کی خواہش کے مطابق ان کے صاحبزادے نے تعلیم بھی حاصل کی اور نمایاں کامیابی بھی حاصل کی اور پھر فوج میں اس کی ملازمت بھی ہو گئی اور پھر اللہ نے والدین کو ایک خوبصورت سی بہو عطا کر دی جو نہایت ہی خوش مزاج اور سسرال کے تمام فرد کا بہت خیال رکھتی تھی۔'''' ایسے میں سلیم کے والدین بہت ہی خوش تھے اور اللہ تعالیٰ سے یہی کہتے پروردگار سب کو ایسی بہو نصیب ہو۔''

''سلیم نے فوج کی ٹریننگ حاصل کرنے کے بعد اب باضابطہ طور سے ملازمت جوائن کر لی تھی اور حکومت کی طرف سے اسے کشمیر میں ملک دشمن عناصر کے خلاف ملک کی حفاظت کے لئے جوائن کرنا تھا اور سلیم کو بھی اپنے وطن سے بہت محبت تھی وہ بھی چاہتا تھا کہ ملک دشمن طاقتوں سے مقابلہ کر کے ان کو صفحہ ہستی سے مٹا دیا جائے''۔

''فوج کی نوکری تھی سلیم کو فرصت بہت کم ملتی۔ اس لئے وہ دل بہلانے کے لئے اپنی زوجہ سے موبائل فون پر باتیں کیا کرتا تھا۔'' اور والدین سے بھی خیریت دریافت کر لیا کرتا۔'''' ثانیہ سلیم کے لئے بہت زیادہ فکر مند رہتی اس کی سلامتی کے لئے دعائیں کرتی۔''

''پروردگار میرے شوہر کو سلامت رکھنا۔ سلیم کا جب بھی دل گھبراتا وہ ثانیہ کو فون کر کے دل بہلا لیتا۔'' میری ثانیہ فکر مند نہ ہونا۔ ثانیہ بھی گھبرا کر بلک بلک کر کہنے لگتی میرے سرتاج، میرے محبوب، میں آپ کے بغیر ایک پل بھی نہیں رہ سکتی۔ کاش ہم دونوں کی دوریاں سمٹ کر نزدیکی میں بدل جاتی اور ہم دونوں ایک دوسرے کے قریب ہو جاتے۔ اتنی لمبی جدائی میرے محبوب برداشت نہیں ہوتی۔''

''میری ثانیہ زیادہ فکر نہ کرو۔ میں بہت جلد ہی تم سے ملنے کے لئے آرہا ہوں۔ مجھے اب بہت جلد چھٹی مل جائے گی اور تمام دوریاں ختم ہو جائیں گی۔ پھر تم میرے قریب ہوگی اور میں تمہارے۔'' کاش تمہارے چاند سے چہرے کا جلد دیدار ہو جاتا۔''''تمہاری نرگسی آنکھوں میں اپنا چہرہ دیکھتا۔''''ان سب باتوں سے سلیم ثانیہ کا دل بہلاتا رہتا تھا۔'' اور اسے تسکین دیتا رہتا تھا۔'''' آخر وہ لمحہ بھی آیا کہ حالات نے کروٹ بدلا اور سلیم کو فوج کی نوکری سے چھٹی ملی اور وہ اپنے والدین اور زوجہ سے ملنے کے لئے گھر آیا۔ آج سلیم کے والدین بہت خوش تھے۔'' اس لئے کہ سلیم گھر آیا تھا اور ثانیہ کی کوئی خوشیاں دیکھتا وہ بے پناہ خوش تھی۔ آج اس کی دلی تمنا پوری ہوئی تھی۔ اس کا شوہر خوشیاں بکھیرنے کے لئے آچکا تھا اور ثانیہ کے انتظار کی گھڑیاں ختم ہو چکی تھیں۔'''' سلیم گھر میں داخل ہوا تو ہر طرف خوشیاں ہی خوشیاں تھیں۔'''' سلیم کی دلہن ثانیہ کی آنکھوں سے خوشی کے آنسو نکلنے لگے تھے۔'' اور سلیم کے والدین بھی بہت خوش تھے اور کیوں نہ خوش ہوتے ان کا صاحبزادہ ایک عرصہ کے بعد گھر آیا تھا اور دوہری خوشی تھی، سلیم باپ بھی بن چکا تھا۔'''' سلیم اپنی زوجہ ثانیہ سے مل کر بے حد خوش تھا۔ اس نے کشمیر کی وادیوں کی کہانی ثانیہ کو سنائی۔'' دونوں بہت خوش تھے۔''

''لیکن حالات نے ایک بار پھر کروٹ بدلا اور سلیم چھٹی ختم کر کے جانے کی تیاری میں مصروف ہو گیا۔ گھر میں آج مایوسی چھائی تھی۔ جہاں سلیم کی آمد پر خوشیاں لٹائی گئی تھی وہیں آج سرتاج کی رخصتی پر ثانیہ کی ساری ہنسی ختم ہو چکی تھی۔ وہ خاموش تھی۔ میری، ثانیہ زیادہ فکر نہ کرو میں بہت جلد پھر آؤں گا اور سلیم اپنے والدین کو اور زوجہ کو روتا بلکتا چھوڑ کر ملازمت پر واپس چلا گیا۔'''' سلیم کے جاتے وقت ماں بار بار بلائیں لے رہی تھی اور زوجہ کے آنسو تھمنے کے نام نہیں لیتے۔'''' وہ بار بار سلیم سے لپٹ جاتی اور دل کی بے چینی یہی کہتی سلیم کو سینے سے لگائے رکھو اور جانے نہ دو''۔ سلیم نے اپنے ہر دل عزیز جگر کے ٹکڑے کو خوب پیار کیا اور رخصت ہوا۔''

"سلیم نے کشمیر میں پہنچ کر ملازمت جوائن کر لی اور اپنے وطن عزیز کی حفاظت کے لئے ہمیشہ دل سے کام کرتا رہا۔ لیکن تقدیر کا لکھا کون مٹا سکتا ہے۔ ہونی کو کس نے ٹالی ہے۔ سلیم اپنے وطن کی حفاظت میں ملک عناصر سے مقابلہ کرتے ہوئے ان کی گولی سے شہید ہو کر جام شہادت پی لیا اور اپنے وطن پر جان نچھاور کر دی۔" "اس حادثہ کی صرف خبر ہی نہیں بلکہ سلیم کے گھر اس کی لاش بھی آ گئی۔ سلیم کے والدین کا ہوش وحواس ختم ہو چکا تھا۔" "ثانیہ کے پیروں تلے سے زمیں سرک چکی تھی۔" "وہ بے ہوش پر بے ہوش ہو رہی تھی، اور جب اسے ہوش آتا یہی کہتی ہائے یہ کیا ہو گیا۔" "سامنے سلیم کی لاش تھی جو پھولوں سے ڈھکی ہوئی تھی۔ "سلیم کے والدین نے اپنے لال کو وطن پر فدا کر دیا تھا۔" "اور سلیم کے والدین کہہ رہے تھے۔ اے مادر وطن تم پر میں نے اپنے سلیم کو فدا کر دیا اور سلیم کی زوجہ بھی جب جب ہوش میں آتی تو اپنے وطن پر اپنے شوہر کو فدا کر کے اپنے لاڈلے سے کہتی کہ ملک کے دشمن سے اپنے والد کی موت کا بدلا لے کر اس ملک کو دہشت گردوں سے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے چھٹکارا دلانا اور دنیا کو بتا دینا کہ میرے والد نے مادر وطن کی حفاظت میں میری ماں کو بیوہ کیا اور مجھے یتیم کیا لیکن صبر کا دامن نہیں چھوڑا اور میرے جسم میں بھی وہی خون دوڑ رہا ہے۔"

"اس کی نسل سے وفاداری کی بو آتی ہے جو حق کے لئے ظالموں کے خلاف ملک دشمن عناصر کے خلاف میدان کارزار میں اپنے سہاگ کو اپنے نونہالوں کو سجا کر بھیجنے کا جذبہ رکھتی ہیں اور شہادت پر شکرانہ ادا کرتی ہیں اور ایسا جذبہ رکھتی ہیں کہ حق کے لئے سچائی کے لئے ظالموں سے جنگ کرتے ہوئے سہاگ اجڑے، گود خالی ہو لیکن صفحہ ہستی سے ظلم کے وجود کو مٹا دیں گے اور قربانی سے ثابت کر دیں گے کہ ہمیں مادر وطن سے اتنی محبت ہے کہ ہم اپنی قربانی دے کر اپنے ملک کی حفاظت کر سکتے ہیں۔"

❖❖❖

زلف کے سائے میں

''محبت کا جنون پروین اور عرفان پر چڑھ چکا تھا۔ عرفان کے والد صاحب ڈاکٹر کے عہدے پر فائز تھے۔ اور ان کا اکلوتا صاحبزادہ عرفان تھا۔ جسے ڈاکٹر صاحب اپنی جان سے زیادہ عزیز رکھتے تھے اور یہ چاہتے تھے کہ عرفان ایک اعلیٰ تعلیم حاصل کر کے ایک بڑے عہدے پر فائز ہو۔ انہوں نے ہر طرح سے کوشش کرنی شروع کی۔'''' اکلوتے صاحبزادے کو ہمیشہ ہی نصیحت کرتے میرے لاڈلے وقت کو ضائع نہ کرو۔'' وقت بہت قیمتی ہوتا ہے۔ وقت کا ہر پل ہیرے اور جواہرات سے زیادہ قیمتی ہے۔ اگر یہ قیمتی وقت ہاتھ سے نکل گیا تو پھر ہاتھ ملنے سے کچھ نہیں ہوگا۔ میرے لال اس قیمتی وقت کو ضائع نہ ہونے دو اور میری نصیحت کو ہمیشہ یاد رکھو۔''

''عرفان بھی والد صاحب کی باتوں کو ہمیشہ ہی غور سے سنتا اور اسے اپنے سینے میں محفوظ کر لیتا اور اس پر عمل کرنے کی بھرپور خواہش کرتا۔ ان سب باتوں کو سن کر اس کے دل میں بھی ایک لگن پیدا ہوگئی تھی کہ مجھے والد صاحب کی عزت و آبرو میں اور چار چاند لگا دینا ہے۔ ان کی تمام خواہشوں کو عروج کی منزل تک پہنچا دینا ہے۔ تاکہ سماج میں والد صاحب کا وقار بلند ہو انہیں عزت و احترام کی نظر سے دیکھا جائے۔''

''اور آخر عرفان اپنے مقصد کی حصولیابی کے لئے پوری لگن کے ساتھ تعلیم حاصل کرتا رہا کبھی بھی تعلیم سے الگ ہونے کی کوشش نہ کی ایک لگن تھی ایک امنگ تھی جو ہر طرح کی

آہنی دیواروں کو توڑ دیتی۔ مقابلہ جاتی امتحانوں کی خوب بڑھ چڑھ کر تیاری کرتا۔'' اس میں کامیاب ہونے کی بھرپور کوشش کرتا۔ جب بھی کوئی مقابلہ جاتی امتحان ہوتا اس میں ضرور حصہ لیتا۔''

''اسی طرح وہ اپنے مقصد کے حصول کے لئے جدو جہد کرتا رہا اور خدا کی ذات پر اسے ہمیشہ ہی امیدیں وابستہ تھیں اور آخر کار وہ دن بھی آیا کہ وہ ایک بڑے کمپڈیشن کے امتحان کو پاس کر گیا اس مقابلہ جاتی امتحان میں اسے نمایاں کامیابی ملی اور وہ بی پی ایس سی کے امتحان میں بڑے ہی اچھے نمبر سے کامیاب ہوا۔ ڈاکٹر صاحب کی دلی تمنا پوری ہوئی۔ ہر طرف خوشیوں کا ماحول تھا۔'' گھر کے تمام افراد خوش و خرم تھے۔ گھر میں خوشی کی لہر دوڑ رہی تھی۔ ''ڈاکٹر صاحب تو بے انتہا خوش تھے۔ آج ان کے اکلوتے بیٹے نے ایک عظیم مقصد میں کامیابی حاصل کی ہے۔ ایک اونچا منصب حاصل ہوا ہے۔''

''پھر ایک وقت وہ بھی آیا کہ عرفان اعلیٰ عہدے پر فائز ہو گیا اور وہ اپنے اعلیٰ عہدے کے تمام تر فرائض انجام دینے لگا۔''

''ڈاکٹر صاحب اس خوشی کے موقع پر کیوں نہ جھومتے ان کے اکلوتے صاحبزادے نے ان کی تمنا پوری کی تھی۔'' اولاد نے باپ کی خواہش کو عروج کی منزل تک پہنچا دیا اور جب ایسی اولادیں اللہ تعالیٰ عطا کرتا ہے تو بے انتہا خوشی ہوتی ہے۔''

''عرفان اس عہدے پر فائز ہو کر اپنے فرائض کو بخوبی انجام دے رہا تھا۔ اسی درمیان اس کی ملاقات پروین نام کی ایک دوشیزہ سے ہو جاتی ہے۔ پروین تعلیم مکمل کر کے مقابلہ جاتی امتحان کی تیاریوں میں مصروف تھی اور وہ بھی کسی منزل کو پانے کی بھرپور کوشش کر رہی تھی کہ اسی درمیان ایک گلابی شام کو دونوں کی ملاقات ہو جاتی ہے۔ عرفان نے اس گلابی شام کو پروین کے نام کر دیا۔''

''پروین اور عرفان کی ملاقات ایک حسین لمحہ میں بدل گئی۔ پہلی ہی ملاقات دونوں

کے لئے ایک اہم ملاقات بن گئی۔ ''یہ ملاقات نہ تھی دو دلوں کی دھڑکن تھی جو ایک دھڑکن بن گئی۔'' دو دلوں کا ملن تھا۔'' دو جان ایک جان بن چکے تھے۔'' یہ حسین لمحات دونوں نے اپنی زندگی میں ہمیشہ یاد رکھا۔'' ''دونوں نے ایک دوسرے سے ہمیشہ ملنے کی قسمیں کھائیں۔''

''اور پھر کیا تھا یہ دونوں برابر ایک خوبصورت پارک میں گلابی شام کو ملا کرتے۔ جہاں دونوں نے ایک ساتھ جینے مرنے کی قسمیں کھائی تھیں۔ ایک خوبصوت سا حسین پارک جس میں ہرے ہرے گھاس اور پھر گلابی شام ان دونوں کی ملاقات میں اور چار چاند لگا دیتے۔ زندگی کے حسین لمحات ہوتے ہر پل محبت کی باتیں ہوتی۔'' ساون کا دلربا موسم تھا۔ آسمان پر سیاہ بادل منڈلاتے تھے۔ موسم اتنا دلچسپ تھا کہ انسان کیا پرندے بھی مست ہو جاتے۔''

''ساون کی گھٹاؤں میں پروین کے کالے کالے زلفوں سے عرفان کھیلتا کبھی اسے چومتا کبھی اس کی خوشبوؤں سے اپنے دماغ کو معطر کرتا۔'' ''پروین کے گلاب جیسے چہرے پر انگلیاں بکھیرتا اور کہتا کاش گلاب جیسی رعنائیاں بکھیرنے والی پروین جلد میری ہو جاتی۔'' ''پروین تمہارے ہونٹوں کو دیکھ کر گلاب کی پنکھڑیاں بھی شرما جاتی ہیں۔'' آنکھیں ایسی کی آہو اپنی آنکھیں بھول جائے۔ خدارا میری پروین کو کہیں نظر نہ لگ جائے میں نے اتنی تعریف میں قصیدے پڑھ دیئے ہیں۔''

''میری پروین ایسا لگتا ہے کہ قدرت کی ایک انمول شکار ہو۔ تمہیں جنت کی حوریں بھی دیکھیں تو یہ سوچنے پر مجبور ہو جائیں کہ یہ زمین کی پری کتنی حسین و جمیل ہے۔''

''بس خدارا اور اب زیادہ تعریفیں نہ کریں۔ اور پروین شرما کر اپنا سر عرفان کے سینے پر رکھ دیتی۔'' ''دونوں کافی عرصہ تک اس خوبصورت پارک میں ملتے رہے۔ عشق پروان چڑھتا گیا۔ دونوں میں بے پناہ محبت ہو چکی تھی۔ دونوں پر عشق کا جنون سوار تھا۔ عرفان ہر

وقت میری پروین تم کہاں ہو یہ کہہ کر یاد کیا کرتا۔ راتوں میں جب عرفان بستر پر سوتا تو خوابوں میں بھی اسے پروین نظر آتی۔ ہر وقت میری پروین تم کہاں ہو آؤ سینے سے لگ جاؤ پروین بھی عرفان کے لئے بے قرار رہتی۔ نظروں میں ہر وقت عرفان کی تصویر رہتی۔ عشق جنون کی منزلوں کو پار کر چکا تھا۔ دونوں پر دیوانگی طاری تھی۔ اب عرفان کے لئے پروین اس کا سب کچھ بن چکی تھی۔ چین وسکون، صبر وقرار ہر صبح وشام ہر راتیں پروین پر نچھاور کر چکا تھا۔ اب تو بس اس کی ایک ہی خواہش تھی جو دلوں میں انگڑائی لیتی رہتی کاش وہ لمحہ سمٹ کر جلد آجائے کہ پروین کے ہاتھوں میں میرے نام کی مہندی لگے اور یہ خوبصورت دیوی میرے باہوں میں ہو۔‘‘

’’عرفان کے والد کے دل میں یہ ارمان مچل رہا تھا کہ کسی طرح جلد سے جلد عرفان کی شادی کر دی جائے اور ایک خوبصورت سی دلہن گھر کے آنگن میں اپنی رعنائیاں بکھیرے۔ وہ ہر وقت اس فکر میں لگے رہتے کہ اے میرے خدا عرفان نے میری ہر تمنا کو پورا کر دی ہے۔ جو میرا مقصد تھا اسے حاصل کر کے سماج میں میرے مرتبہ کو بہت عزت بخشا ہے۔ میرے ہونہار فرزند کے سہرے کے پھول کھل جاتے اور اس کی خوبصورت سی دلہن آجاتی۔‘‘

’’عرفان جو کافی دنوں سے اپنے دلوں میں اس راز کو پوشیدہ رکھے ہوئے تھا۔ اور برابر سوچتا کہ اپنی امّی جان سے پروین کے بارے میں بتادوں۔ ادھر امی جان نے ایک دن اس کی خواہش جاننے کی کوشش کی تو وہ پروین کی محبت کے راز کو پوشیدہ نہ رکھ سکا اور جو پروین کے ساتھ جینے مرنے کی قسمیں کھائی تھیں وہ سب کچھ کہہ دیا۔‘‘

’’امی پروین مجھے بہت بھولی لگتی ہے۔ میں اب پروین کو کسی بھی حال میں نہیں بھول سکتا ہوں۔ میری پیاری امی مجھے پروین چاہئے۔‘‘

’’عرفان کی والدہ نے ڈاکٹر صاحب کو ساری باتیں بتادی۔ ڈاکٹر صاحب کی بھی یہی خواہش تھی کہ عرفان کی پسند سے ہی دلہن آئے۔ اس لئے کہ ڈاکٹر صاحب کسی بھی حالت

میں عرفان کا دل توڑنا نہیں چاہتے تھے۔ عرفان ان کی اکلوتی تمنا تھی۔"

"ڈاکٹر صاحب اپنے لاڈلے کو جلد سے جلد دولہا بنانا چاہتے تھے۔ شادی کی تیاریاں زور وشور پر شروع ہوئیں۔ عرفان نے اس مسرت بھرے لمحات کی خبر پروین کو دی۔ میری روح میری چین وسکون پروین تم سن کر بے حد خوش ہوگی کہ امی اور ابو دونوں تم سے شادی کرنے کے لئے رضامند ہو گئے ہیں۔ میں نے امی کو سب کچھ بتا دیا ہے۔ یہاں زور شور سے شادی کی تیاریاں چل رہی ہے۔" "تم بہت جلد میری دلہن بن کر میرے باہوں میں ہوگی۔"

"ایک روز پروین اپنے کمرے میں بیٹھی ہوئی اپنے جنون عشق کے خیالوں میں گم تھی کہ کسی نے یہ منحوس خبر سنائی کہ عرفان صاحب کا ایک کار سے سفر کرتے ہوئے ایکسیڈنٹ ہو گیا اور ان کی جان نہیں بچ سکی۔ بس کیا تھا اس خبر کو سنتے ہی پروین کے پیروں تلے سے زمین سرک گئی اور اس پر غشی طاری ہونے لگی۔ وہ جب بھی ہوش میں آتی یہی کہتی اے میرے خدا ہم نے ساتھ جینے مرنے کی قسمیں کھائیں ہیں یہ کیا ہو گیا۔ میں عرفان کے بغیر ایک پل زندہ نہیں رہ سکتی۔ عرفان میرا سب کچھ ہے۔"

"یہی خبر عرفان کے والد صاحب کو ملی ان کے گھر میں کہرام مچ گیا۔ ہر طرف صف ماتم بچھی ہوئی تھی۔ عرفان کی والدہ کو غش پر غش آ رہا تھا۔ گھر کے سارے افراد حادثہ کی جگہ روانہ ہوئے جیسے ہی یہ سارے لوگ وہاں پہونچے عرفان کا ہمشکل اس کا ایک دوست تھا اور جس کا نام بھی عرفان تھا وہی اس کار حادثہ میں ہلاک ہو گیا تھا۔ عرفان کے زندہ وسلامت رہنے پر گھر میں خوشیوں کی لہر دوڑ گئی۔" ڈاکٹر صاحب اور عرفان کی والدہ نے شکرانے کا سجدہ ادا کیا۔"

"حالات نے پھر ایک اور کروٹ لی اور ڈاکٹر صاحب کے یہاں یہ خبر پہنچی کہ پروین نے زہر کھالیا ہے اور بہت ہی نازک حالت میں اسے اسپتال میں داخل کیا گیا ہے۔ اس خبر کے وقت عرفان اپنے گھر پر موجود تھا۔ اسپتال میں ایک ہجوم تھا۔ عرفان ڈاکٹر کو تلاش کر رہا

تھا۔ جیسے ہی ڈاکٹر پر نظر پڑی ڈاکٹر صاحب میری پروین کیسی ہے۔ ڈاکٹر نے کہا پروین خطرے سے باہر ہے۔ ''عرفان نے کہا کیا میں پروین سے مل سکتا ہوں۔''

''اور پھر کیا تھا ڈاکٹر نے اجازت دی۔ عرفان پھولوں کا گلدستہ لئے ہوئے پروین کے پاس کھڑا تھا اور پھولوں سے پروین کو ہوا دے رہا تھا۔ پروین نے آنکھیں کھولی۔ سامنے عرفان کھڑا تھا۔ میری پروین تمہیں کچھ نہیں ہوسکتا۔ پروین تعجب میں پڑ گئی۔ عرفان تم ارے خدا میں کیا دیکھ رہی ہوں۔ ہاں سچا پیار کرنے والے ایسے ہی زندہ وسلامت بچ جاتے ہیں۔ ہم دونوں ایک دوسرے سے جدا نہیں ہو سکتے۔ میری جانب سے ان خوشیوں کے لمحات میں پھولوں کا گلدستہ قبول کرو۔ پروین قدرت کے ان سب کرشماؤں پر مسکرا رہی تھی۔''

''پھر حالات نے کروٹ بدلا اور کیا تھا۔ وہ خوبصورت گھڑی بھی آئی کہ ڈاکٹر صاحب کی خواہش رنگ لائی۔ عرفان دولہا بنا ہر طرف خوشیوں کی لہر تھی۔ شہنائی کی آواز سے ساری فضا گونج رہی تھی۔ ماں بلائیں لے رہی تھیں۔ میرے چاند کو کسی کی نظر نہ لگے۔'''' اور اب جو وقت نے کروٹ بدلا تو برسوں کی تمنا رنگ لا چکی تھی۔ دو جان ایک جان بن چکے تھے اور اس کی حسین وجمیل پری پروین اس کے باہوں میں شرما رہی تھی۔'' اور عرفان یہی کہہ رہا تھا پروین کبھی جدا نہ ہونا تمہاری زلفوں کے سائے میں زندگی بسر کرلوں گا۔

انسانیت چیخ اٹھی

''چیخ و پکار کی صدا ہر طرف بلند تھی۔ ہر طرف ایک شور تھا، کہرام تھا، بھاگو بھاگو کی صدائیں تھیں۔ رونے پیٹنے کی آوازیں بلند ہو رہی تھیں۔ ماحول ایکدم سناٹا تھا۔ زمین خون سے رنگین ہو رہی تھی۔ جگہ جگہ لاشیں بکھری پڑی تھیں۔ بچوں کی لاشیں، بوڑھوں کی لاشیں، جوانوں کی لاشیں، معصوم بے گناہوں کی لاشیں، بے گناہوں کا قتل کا ماحول گرم تھا۔ ایک ضعیف و ناتواں عورت کی آواز فضا میں گونج رہی تھی۔ میرے لال کی خیر ہو۔ میرا گھر اجڑنے سے بچ جائے۔ میرے گھر کا چراغ جلتا رہے۔ آنگن کے پھول کھلے رہیں۔''

''یہ آواز ایک ضعیف عورت کی تھی، جس کو صرف ایک ہی چشم و چراغ تھا۔'''' جس کا نام شاکر تھا۔ شاکر اپنے ماں باپ کا اکلوتا اولاد تھا۔ اس کو پانچ بہنیں تھیں۔ شاکر کی شادی کو ابھی ایک ہی سال ہوا تھا۔ آنگن میں ایک پھول کھل چکا تھا۔ ابھی شاکر کے سہرے کے پھول مرجھائے بھی نہیں تھے۔ شاکر اپنے گھر کا اکیلا چشم و چراغ تھا جس کی روشنی پورے گھر میں پھیل رہی تھی۔''

''شاکر اپنے بچپن کے ہی دور سے گزر رہا تھا کہ باپ کا سایہ سر سے اٹھ گیا۔ پوری ذمہ داری کا بوجھ اس کے اوپر آ گیا۔ پانچ بہنیں تھیں۔ ایک ضعیف ماں تھی اس کے علاوہ ایک زوجہ تھی اور ایک معصوم پھول ان تمام افراد کی ذمہ داری کا بوجھ شاکر پر ہی تھا۔'' وہ ملازمت کرتا تھا۔'''' اور ان ہی پیسوں سے اپنے گھر کا خرچ پورا کرتا تھا۔'' اپنی بہن کے

رشتہ کے لئے ہمیشہ ہی پریشان رہتا تھا۔ اسی فکر و تردد میں زندگی گزار رہا تھا کہ اسی درمیان اس کی ایک بہن کا رشتہ طئے پا گیا۔''

''شاکر آج اپنی بہن کے جہیز کا سامان خریدنے کے لئے شہر میں اپنی ماں اور بہنوں کے ساتھ نکلا تھا۔ ساتھ میں زوجہ بھی تھی۔ وہ ایک عالیشان مارکیٹ میں خریداری کی غرض سے جیسے ہی داخل ہوا، اور سامان خریدنا شروع کیا ویسے ہی ہر طرف سے گولیوں کی آواز آنے لگیں۔ بم کی آوازیں تھیں۔ رہ رہ کر گولی چل رہی تھی۔ لوگ بے تحاشہ بھاگے جا رہے تھے انسانی جانیں تباہ ہو رہی تھیں۔ املاک تباہ ہو رہے تھے۔ دکانوں میں آگ لگ چکی تھی۔ ہر طرف خونی منظر تھا۔ خونی کھیل ہو رہا تھا۔ کراہنے، چیخنے، چلانے کی آوازیں آ رہی تھیں۔ ایسی تباہ ہو رہی تھی کہ آنکھیں خون کے آنسو روتیں تب بھی کم ہے۔ اسی بھیڑ میں کچھ چہرے نظر آئے جو منہ پر کالے کپڑے لپیٹے ہوئے تھے جسم پر کالا لباس تھا۔ ہاتھ میں بندوق تھی۔ یہ کون تھے یہ کون ہیں۔''

''کسی نے آواز بلند کی ارے جلدی بھاگو ملک دشمن عناصر آ گئے۔'' ''یہ کہاں سے آ گئے۔'' ''یہ ملک دشمن عناصر آج تباہی مچا دیں گے۔'' ''آج کتنے گھر اجڑ جائیں گے۔ آج کتنی مانگیں سونی ہو جائیں گی۔ کوئی ان کا پرسان حال نہ ہوگا۔ آج کتنے بچے یتیم ہو جائیں گے۔'' ''ان ملک دشمن عناصر کا کوئی مذہب نہیں ہوتا ہے۔ یہ بڑے بے درد ہوتے ہوتے ہیں انہیں کسی پر رحم نہیں آتا۔ یہ تو بس خون کے پیاسے ہوتے ہیں۔ یہ املاک کا نقصان کرنے کے لئے آتے ہیں۔ انسانیت کے نام پر دھبہ ہیں۔''

''ملک دشمن عناصر اپنا کام کر گئے لاشوں کے انبار لگ گئے اور پھر اس مارکیٹ کے عالیشان ہوٹل میں داخل ہو گئے۔ ہوٹل میں داخل ہوتے ہی ہوٹل میں بھی بے گناہوں کا قتل کرنا شروع کر دیا۔ گولیوں کی آوازیں آنے لگی۔ دیکھتے ہی دیکھتے پورے شہر میں آگ پھیل گئی۔ خونی کھیل جاری رہا۔ پھر کیا تھا ہر طرف خونی منظر تھا۔'' ''جانباز پولس کے جوان

اپنی جان کی بازی لگا کر ان ملک دشمن عناصر سے لڑ رہے تھے کہ کسی طرح انسانی جانوں کو بچایا جائے۔"

"ضعیفہ اپنے لال کو تلاش کرتی جا رہی تھیں۔" اور ان ملک دشمن عناصر کو کوس رہی تھیں۔ کسی میں مدد کرنے کی صلاحیت نہیں تھی۔" اس خوفناک منظر میں ایک آواز آئی اے ضعیفہ ترا لال بچ جائے گا تیرا چراغ نہیں بجھے گا وہ بوڑھی عورت پاگل کی طرح اپنے لال کو تلاش کر رہی تھی اور دعا کر رہی تھی کہ اے اللہ میرے گھر کو تباہ ہونے سے بچا لینا۔" "نہیں تو میرا گھر تباہ ہو جائے گا۔" میری پانچ بیٹیوں کا کیا ہوگا۔" "ان بیٹیوں کی ڈولی کون سجائے گا۔" "میں کس کے سہارے زندہ رہوں گی۔" "میرا تو بس ایک ہی سہارا ہے۔"

"ادھر وقت نے کروٹ بدلا، پولیس کے جوان جو جان کی بازی لگا کر ان ملک دشمن عناصر سے لڑ رہے تھے جن کی تعداد بہت زیادہ نہ تھی۔ صرف 4 تھے۔ لیکن نہ جانے کتنے بے گناہوں کی جان لے چکے تھے۔ ان ملک دشمن عناصر کو پولس کے جوانوں نے ڈھیر کر دیا۔ ان کا نام ونشان مٹا دیا۔ کوئی ملک دشمن عناصر زندہ نہ بچ سکا۔ پولس کے جوانوں نے آج کمال کر دکھایا تھا۔" "آج پولس کے جوانوں نے ملک دشمن عناصر پر بہت جلدی قابو پالیا۔ کتنی زندگیوں کو بچا لیا تھا۔"

"پھر حالات نے ایک کروٹ بدلا اور حکومت کی طرف سے مرنے والوں پر رنج وغم کا اظہار کیا گیا۔ تمام اخبارات نے اپنی سرخیوں میں ملک دشمن عناصر کا ذکر کیا۔ ہر اخبار میں بس یہی خبر تھی ملک دشمن عناصر نے نہ جانے کتنے معصوموں کی جان لے لی۔ کتنے بچے یتیم ہو گئے۔ سہاگ اجڑ گئے اور پھر حکومت نے ان مرنے والوں کے ناموں کی فہرست جاری کر دی۔ تمام اخبارات میں ملک دشمن عناصر کے نشانے پر آنے والے بے گناہوں کا نام شائع ہوا۔" کسی نے بوڑھی ضعیفہ کو یہ خبر کر دی کہ ملک دشمن عناصر کے نشانے پر آنے والے لوگوں کی فہرست حکومت نے اخبار میں جاری کر دی ہے۔ بوڑھی عورت اخبار لے کر

ہر ایک کے پاس جاتی۔ ''''میرے لال شاکر کا پتہ نہیں چل رہا ہے۔ کہیں میرا لال شاکر ملک دشمن عناصر کا نشانہ تو نہیں بن گیا۔'''' میرا گھر تباہ تو نہیں ہو گیا۔'' بوڑھی ضعیفہ سے اخبار لے کر ایک انسان نے ان فہرستوں کو پڑھنا شروع کیا جیسے ہی اس انسان نے بوڑھیا کے بیٹے کے نام کو دیکھا اس کے ہاتھوں سے اخبار چھوٹ گیا۔ وہ ضعیفہ کو دیکھ کر چیخ چیخ کر رونے لگا۔ ضعیفہ گھبرا گئی ارے کیا ہوا۔'''' تم رو کیوں رہے ہو میرا لال تو بچ گیا۔''

''بس کیا تھا وہ انسان جو فرشتہ کی طرح تھا۔ بوڑھیا سے لپٹ کر رونے لگا۔ ضعیفہ سمجھ گئی میرے لال کی خیر نہیں وہ انسان کہنے لگا۔ اے ضعیفہ ترا لال بچ نہیں سکا۔ ملک دشمن عناصر کا نشانہ بن گیا۔ تیرے لال شاکر کا نام اس فہرست میں شامل ہے۔ جیسے ہی اس انسان نے اس ضعیفہ کو یہ خبر سنائی اس کے پیروں تلے سے زمین سرک گئی وہ کانپنے لگی۔ چیخنے لگی اس کے آنسو تھمنے کا نام نہیں لیتے۔'''' ہائے میرے لال کو کس نے مارا وہ ملک دشمن عناصر کو کوسنے لگی۔'''' اے خدا ملک دشمن عناصر اجڑ جائے میری طرح ان کا گھر بھی تباہ ہو جاتا۔''
''کوئی ہمیشہ کے لئے ان ملک دشمن عناصر کا خاتمہ کر دیتا۔'''' ان کے ٹھکانوں کو ہمیشہ کے لئے مٹا دیتا۔ تاکہ وہ یہ خونی کھیل ختم کر دے۔ بوڑھیا عورت کوستے کوستے زمین پر گر پڑی اور وہ اپنے بیٹے کے غم کو برداشت نہیں کر سکی۔ اس کا جگر پھٹ گیا۔ وہ ہمیشہ کے لئے اس دنیا کو الوداع کہہ چکی تھی۔ اس کی روح پرواز کر چکی تھی۔''

''یہ خبر جنگل کی آگ کی طرح شاکر کے گھر پہنچ گئی۔'''' بس اس خبر کا شاکر کے گھر میں پہنچا تھا کہ ایک کہرام برپا ہو گیا۔ بہنوں کو غش پر غش آ رہا تھا۔ ایک سال کی دلہن بیوہ ہو چکی تھی۔ معصوم پھول یتیم ہو چکا تھا۔'''' گھر میں ایک چیخ و پکار تھی میرا گھر اجڑ گیا۔ شاکر کی زوجہ جو غش میں گئی تو اسے بھی ہوش نہیں آیا۔'' وہ بھی اپنے شوہر کے غم میں اس دنیا کو الوداع کہہ چکی تھی۔'''' وہ بھی اپنے شریک حیات کا غم برداشت نہیں کر سکی۔ اب ایک یتیم پھول تھا۔ جس کا کوئی پرسانِ حال نہ تھا ہر طرف خوف تھا ایک سناٹا تھا۔ پوری فضا خاموش تھی۔ تمام

انسان ملک دشمن عناصر کو کوس رہے تھے جس کے ظلم سے کئی جانیں چلی گئیں۔ شاکر کا گھر اجڑ گیا۔ اسی درمیان ایک زوردار کہرام برپا ہوا۔ شاکر کی لاش پولس کے ذریعہ اس کے گھر پہنچی۔ شاکر کی لاش جیسے ہی گھر میں آئی۔ سب بہنوں پر پھر غشی طاری ہونے لگی۔ ایک گھر میں تین جنازے تھے۔ بہن کو جب ہوش آیا اس نے کہا بھابھی اٹھو، اماں آؤ، بھیا کا لاشہ آیا ہے۔ پھر وہ بہن غش کر گئی۔ یتیم بچہ اپنے باپ کی لاش کو دیکھ رہا تھا۔ ''ایسا لگتا تھا کہ وہ قسم کھا رہا تھا کہ میں ان ملک دشمن عناصر کو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے صفحہ ہستی سے مٹا دوں گا۔''

❖❖❖

مجرم

''فیض کالج میں بی۔ اے میں پڑھ رہا تھا کہ اسی درمیان اس کی ملاقات ایک رخسانہ نام کی حسینہ سے ہوتی ہے۔ پہلے تو رخسانہ فیض سے نفرت کرتی تھی اور کوئی لفٹ نہیں دیتی اس سے باتیں کرنا بھی نہیں چاہتی تھی۔'' لیکن اسی نفرت میں پیار و محبت کی چنگاری دبی ہوئی سلگ رہی تھی۔ جسے صرف ہوا کی ضرورت تھی اور فیض برابر اس چنگاری کو شعلہ بنانے کی کوشش کرتا۔ لیکن اسے کامیابی ہاتھ نہیں لگتی۔ وہ ہمیشہ ہی رخسانہ سے ملاقات کے درمیان یہی کہتا رخسانہ دیکھنا ایک دن تمہاری یہی نفرت پیار و محبت میں بدل جائے گی۔''

''اور پھر یہی ہوا رخسانہ جو فیض سے مکمل طور پر نفرت کرتی چلی آ رہی تھی ایک دن فیض کو اپنا دل دے بیٹھی اور اس کی نفرت محبت میں بدل گئی۔ محبت نفرت میں کیا بدلی کہ وہ دھیرے دھیرے فیض کی دیوانی ہو گئی اور اب پڑھائی کم عشق و محبت کی باتیں زیادہ ہونے لگیں۔ کبھی کالج کا گارڈین ہوتا۔ کبھی کوئی خوبصورت پارک ہوتا۔''

''وہ دونوں اپنا وقت زیادہ تر وہیں گزارتے۔ اگر نفرت پیار میں بدل جائے تو محبت اور گہری ہوتی ہے۔ اس کے حسین لمحے اور بے پناہ خوبصورت ہو جاتے ہیں۔ ہر وقت دل یہی چاہتا ہے کہ محبوب کا چہرہ آنکھوں کے سامنے ہو اور محبت بھری باتیں ہو۔'' ''فیض بھی دھیرے دھیرے رخسانہ کے زلفوں میں گرفتار ہوا کہ اس سے نکلنا مشکل ہو گیا۔'' میری رخسانہ میں تمہیں کبھی بھی اپنے سے جدا نہیں ہونے دوں گا۔'' ''دیکھنا تم میری شریک

حیات بن کر رہوگی۔ تاحیات ہم دونوں ایک دوسرے کے ساتھ زندگی کے قیمتی وقت گزاریں گے۔ میری رخسانہ تمہارے حسن کا جادو چل چکا ہے۔ تمہاری گلابی گلابی آنکھوں نے مجھے مدحوش کر دیا ہے۔ تمہاری نظروں کے تصادم نے اپنی تاثیر دکھادی ہے۔ تم مکمل حسن کی شاہکار ہو۔ یہ گرفتار محبت اب کہیں نہیں جاسکتا ہے۔‘‘

’’رخسانہ بھی فیض کی ان باتوں کو غور سے سنا کرتی اور کہتی میرے محبوب زیادہ تعریفیں نہ کیا کریں نہیں تو آپ کی رخسانہ خوشی میں پاگل ہو جائے گی۔‘‘

’’ایک روز رخسانہ آئینہ کے سامنے اپنے بالوں کو سنوار رہی تھی کہ اچانک فیض کی نظر آئینہ پر جا پڑی۔ میری رخسانہ اللہ نے کیا حسن سے نوازہ ہے۔ آنکھیں تو ایسی گلابی شرابی ہیں کہ انسان اسے دیکھتے ہی مدہوش ہو جائے اور زلفوں کی سیاہی تو ایسی ہے کہ قیامت کا منظر سامنے آجائے۔‘‘ ’’ساون بھی ان زلفوں کو اگر دیکھ لے تو اپنی کالی کالی گھٹاؤں کو بھول جائے۔ وہ دل ہی دل میں رخسانہ کے حسن کی تعریف کر رہا تھا کہ اسی درمیان اس کی نظر رخسانہ سے ٹکرائی۔ کیا دیکھ رہے ہیں۔ اپنی حسین وجمیل کلی رخسانہ کا دیدار کر رہا تھا۔‘‘

’’رخسانہ شرما گئی۔ میرے محبوب زیادہ تعریفیں نہ کریں۔ آپ بھی کسی معاملہ میں رخسانہ سے کم نہیں ہیں۔‘‘

’’وقت گزرتا رہا۔ دونوں ایک دوسرے کے قریب ہوتے چلے گئے۔ ایک دن رخسانہ نے کہا کہ میرے محبوب میں کب تک اسی طرح زندگی گزارتی رہوں گی کیا میرے ہاتھوں میں آپ کے نام کی مہندی نہیں لگے گی۔‘‘

’’میری رخسانہ وقت کا انتظار کرو۔‘‘ ’’بہت جلد ہم دونوں ایک جان ہونے والے ہیں۔ تمہیں دلہن بنا کر ڈولی میں بیٹھا کر لے جاؤں گا۔‘‘ اور پھر تم میری باہوں میں ہوگی۔‘‘ ’’ان سب باتوں سے فیض رخسانہ کا دل بہلاتا۔‘‘ ’’رخسانہ کو بھی وقت کا انتظار تھا۔‘‘

’’پھر وقت نے انگڑائی لی وہ وقت بھی آیا کہ تمام خواب پورے ہوئے۔ رخسانہ اب

فیض کی محبوبہ نہ تھی بلکہ شریک حیات بن چکی تھی۔ رخسانہ کے ہاتھوں میں فیض کے نام کی مہندی لگ چکی تھی اور رخسانہ حسن کی مجسمہ فیض کی دلہن بن چکی تھی اور جس وقت کا ایک مدت سے انتظار تھا وہ وقت سمٹ کر ایک دوسرے کے قریب آچکا تھا۔ رخسانہ فیض کی دلہن بن کر فیض کی باہوں میں سمٹ رہی تھی۔''

''رخسانہ فیض کی دلہن بن جانے کے بعد بے حد خوش تھی۔'' اسے سب کچھ مل چکا تھا ایک مدت سے جو پیار عشق ومحبت کی باہوں میں تھا۔ اسے منزل مل گئی تھی۔'' ''رخسانہ فیض کی شریک حیات بن کر اس کے آنگن میں تمام تر خوشیاں بکھیر رہی تھی۔ گھر کو چار چاند لگ گئے تھے۔'' ''فیض بھی اپنی اس کامیابی پر بہت خوش تھا۔'' وہ بھی رخسانہ کو شریک حیات کی شکل میں دیکھنا چاہتا تھا۔ اس کی خواہش پوری ہوئی تھی وہ بے انتہا خوشیاں لٹار ہا تھا۔ فیض اور رخسانہ دونوں اپنی زندگی کے حسین لمحہ گزار رہے تھے کہ اسی درمیان فیض کو ملازمت کے سلسلے میں سعودی عرب جانا پڑا۔ اس نے بہت پہلے ہی ملازمت کے لئے سعودی عرب کی ایک کمپنی میں درخواست روانہ کی تھی۔ جس کو منظوری مل چکی تھی اور جوائن کرنے کے لئے ویزا آچکا تھا گھر میں ہر طرف خوشیوں کا ماحول تھا۔ فیض کے والدین بھی بے حد خوش تھے۔ پورا گھر خوشی میں جھوم رہا تھا۔''

''ادھر فیض کی شریک حیات رخسانہ بھی بے حد خوش تھی۔ آخر وہ وقت بھی آیا کہ فیض تمام لوگوں سے رخصت ہوا اور پھر آخر میں اپنی شریک حیات رخسانہ سے بھی رخصت ہونے کے لئے آیا۔ میری دل وجان رخسانہ تم پریشان نہ ہونا ہم جلد ہی ایک دوسرے سے ملیں گے۔ رخسانہ فیض کی جدائی میں جو آنسو بہا رہی تھی وہ رکنے کا نام نہیں لیتے۔'' ''میری رخسانہ آنسوؤں کو روک لو۔ فیض نے رخسانہ کے چہرے پر اپنی انگلیوں کو بکھیرتے ہوئے کہا۔ رخسانہ ان موتیوں کو ضائع نہ ہونے دو۔ یہ بڑے قیمتی ہیں۔''

''فیض سعودی عرب کے لئے روانہ ہو گیا اور وہاں جاتے ہی اس نے ملازمت جوائن

کر لی۔ اور ادھر رخسانہ جس کو ابھی دلہن بنے کچھ ہی دن گزرے تھے۔ اکیلا پن محسوس کرنے لگی۔ فون پر دونوں ایک دوسرے سے محبت کا اظہار کیا کرتے تھے۔ اور دل کو بہلاتے تھے۔ فیض کو ملازمت کے سلسلے میں کم سے کم 3 سال تک سعودی عرب میں رہنا تھا۔ یہ وقت کی دوری رخسانہ پر بجلی گرا رہی تھی۔''

''اے میرے اللہ یہ 3 سال کا عرصہ کیسے گزرے گا۔'' ''فیض کا ایک عزیز ترین دوست تھا جو فیض کے رہنے کے وقت میں بھی برابر آیا کرتا تھا۔ فیض نے جانے سے قبل اپنے دوست اقبال کو رخسانہ کا خیال رکھنے کی تاکید کی تھی۔'' ''اقبال برابر رخسانہ سے ملنے آیا کرتا تھا۔ اس کی ہر پریشانی میں ایک پیر پر کھڑا رہتا اور کہتا کہ رخسانہ بھابھی آپ گھبرایا نہ کریں۔ فیض نہیں ہے تو کیا ہوا۔ میں ہوں نہ آپ کو جو بھی دکھ درد ہے وہ مجھ سے بیان کیا کریں میں اسے ضرور دور کر دوں گا۔''

''وہ ہر پل رخسانہ کے قریب رہتا۔ وقت کے ساتھ ساتھ اقبال رخسانہ کے بہت قریب ہو گیا۔ رخسانہ اقبال کے قریب ہوتی چلی گئی اور یہ بھول گئی کہ وہ کسی کی شریک حیات بھی ہے اس کا ہر پل کا ساتھی فیض ابھی سعودی عرب میں زندہ و سلامت ہے اور بہت جلد ہی آنے والا ہے۔ رخسانہ یہ سب کچھ بھول گئی۔''

''دور حاضر کی عورت رخسانہ جو پہلے محبوبہ بنی پھر ایک خوبصوت لمحہ میں فیض کی شریک حیات بن گئی تھی اور زندگی بھر ساتھ رہنے کی قسمیں کھائی تھی۔ وفاداری کا دونوں مجسمہ تھے۔'' ''جس معاشرے میں بیوی کا بہترین روپ ہے اور جس معاشرے میں شوہر کو اتنی عزت واحترام کی نظر سے دیکھا جاتا ہے کہ اس کی سلامتی کی دعائیں کی جائیں۔''

''اس معاشرے میں پلنے والی رخسانہ سب کچھ بھول گئی کہ وہ کتنی کامیاب ترین بیوی تھی۔'' وہ رخسانہ ایک پل میں سب کچھ بھلا بیٹھی اور اقبال کے عشق میں گرفتار ہو گئی۔ اپنا دل اقبال کو دے بیٹھی۔ ''اقبال بھی ہر پل رخسانہ پر دل و جان نچھاور کرتا۔ وہ دونوں ایک

دوسرے کے بہت قریب آ گئے۔ ”اتنا قریب آ گئے کہ رخسانہ اب مکمل طور پر فیض کو بھول چکی تھی اور جب بھی فیض کا ٹیلی فون آتا رخسانہ فیض سے ٹھیک سے باتیں بھی نہیں کرتی۔“
”فیض کو شک ہونے لگا کہ جو رخسانہ میری دیوانی تھی میرے بغیر اسے ایک پل قرار نہیں رہتا، آخر یہ کیا ہوا کہ وہی رخسانہ مجھ سے اب ٹھیک سے باتیں بھی نہیں کرتی ہے۔ رخسانہ اقبال کی محبت میں پوری طرح گرفتار ہو چکی تھی۔“

”اب اسے اقبال کے بغیر ایک پل قرار نہیں رہتا وہ ہر وقت اقبال کا انتظار کرتی۔“
ادھر وقت گزرتا گیا اور فیض کو سعودی عرب میں رہتے ہوئے تین سال مکمل ہو گئے اور اسے 3 ماہ کی چھٹی ملی۔ فیض 3 ماہ کی چھٹی پر اپنے گھر آیا۔ گھر میں خوشیوں کی لہر دوڑ گئی۔ والد اور والدہ بہت خوش تھے۔ ”ہر طرف خوشیوں کا ماحول تھا۔“ ”کیوں نہ خوشی کا ماحول ہوتا فیض 3 سال کے بعد اپنے گھر آیا تھا۔ لیکن رخسانہ اتنا خوش نہیں تھی جتنا اسے خوش ہونا چاہئے تھا۔
”اس کا چہرہ اترا ہوا تھا۔“ وہ اداس اداس تھی۔ فیض گھبرایا گھبرایا رہنے لگا۔ ”میری رخسانہ اتنی اداس کیوں رہتی ہو۔ پہلے تو میں عرب میں تھا۔ اب تو تمہارے قریب ہوں۔“ ”دیکھو میری رخسانہ میں تمہارے لئے عرب سے کیا لایا ہوں۔“ ”یہ دیکھو سوٹ کتنے اچھے ہیں۔ اور ایک سونے کا ہیرا اجڑا ہوا ہار اپنے ہاتھوں سے رخسانہ کے گلے میں پہناتے ہوئے کہا رخسانہ آئینہ کے قریب جا کر دیکھو۔“

”کتنی حسین پری لگ رہی ہو۔“ ”ان سب باتوں کے باوجود بھی رخسانہ کے چہرے پر وہ مسکراہٹ نہیں آئی جو پہلے رہا کرتی تھی۔ فیض کے شک میں اضافہ ہوتا گیا۔ آخر کیا وجہ ہے کہ رخسانہ مجھ سے اتنی خوش نہیں رہتی۔ آخر کیا وجہ ہے۔ فیض بھی رخسانہ کی اس حرکت سے بیزار رہنے لگا۔“

”ایک روز فیض کسی کام سے گھر سے کہیں باہر گیا ہوا تھا۔ جب وہ اپنے گھر واپس آیا تو سیدھے اپنے کمرے میں داخل ہو گیا کہ اس کی نظر اپنے دوست اقبال پر پڑ گئی جو رخسانہ

کے ایکدم قریب بیٹھا ہوا رخسانہ کے بالوں میں گلاب کا پھول لگا رہا تھا۔ فیض کا شک یقین میں بدل گیا کہ میری رخسانہ اقبال کی محبت میں گرفتار ہو چکی ہے۔'' ''حالانکہ اقبال فیض کے سامنے برابر آیا کرتا تھا اور اقبال اور رخسانہ دونوں ایک دوسرے کے ساتھ سیر و تفریح کے لئے برابر باہر جایا کرتے تھے اور رخسانہ زیادہ تر وقت اقبال کے ساتھ گزارتی تھی اور اقبال کے ساتھ خوب ہنسی مذاق کیا کرتی تھی۔ لیکن فیض کو اپنی شریک حیات پر پورا یقین تھا کہ میری رخسانہ مجھے دھوکہ نہیں دے سکتی۔ لیکن اب اسے پورا یقین ہو گیا تھا کہ رخسانہ میری نہیں ہے یہ اقبال کی ہو چکی ہے۔''

''ایک دن رخسانہ اقبال کے ساتھ کہیں سیر و تفریح کے لئے نکلی ہوئی تھی جب وہ واپس گھر لوٹی تو کیا دیکھا کہ فیض کا جسم ایک پنکھے میں لٹکا ہوا تھا اور فیض نے خودکشی کر لی تھی۔ اس کی روح جسم سے پرواز کر چکی تھی وہ ہمیشہ کے لئے اس دنیا کو الوداع کہہ چکا تھا۔''

''رخسانہ بے ساختہ چیخ اٹھی اس کے پیروں تلے سے زمین نکل گئی۔ وہ بلک بلک کر رو رہی تھی۔'' ''پاس ہی میں تکیہ کے قریب ایک خط پڑا ہوا تھا جس پر چند جملے لکھے ہوئے تھے کہ میری رخسانہ میں نے کون سی غلطی کی تھی کہ تو نے مجھے ایسی سزا دی۔ میں تو تمہیں ایک وفادار بیوی سمجھ رہا تھا لیکن تم نے مجھے دھوکہ دیا بے وفا بیوی نکلی۔ مجھے تم پر بہت یقین تھا۔'' میں نے تمہیں کتنا پیار دیا تھا۔ میری طرف سے کیا کمی تھی۔ میرا کیا قصور تھا۔ خیر تم مجھے معاف کرنا۔'' رخسانہ ایک طرف کونے میں کھڑی اپنی بے بسی پر آنسو بہا رہی تھی اور اپنے کو مجرم بنے ہوئے گناہ گار کی طرح کٹہرے میں کھڑی ہوئی پا رہی تھی۔''

❖❖❖

بکھری دیوار

''کامران اور شازیہ اپنی ازدواجی زندگی کا ہر پل چین وسکون سے گزار رہے تھے اور کسی طرح کی ازدواجی زندگی میں تلخی ہو جاتی تو دونوں اسے شائستہ مزاجی سے دور کر لیتے۔ دونوں کی زندگی نے کبھی خزاں کا موسم نہیں دیکھا تھا ان کی پوری زندگی بہاروں میں گزر رہی تھی۔ کامران اور شازیہ دونوں ہی بی۔اے پاس تھے لیکن سرکاری ملازمت نہیں ملنے کی وجہ سے دونوں پرائیویٹ شعبہ میں ملازمت کرتے تھے۔'' ان دونوں کی زندگی میں ایک خوبصورت سی صاحبزادی اور ایک نورنظر فرزند بھی تھا۔ ان کے باغ میں ان دونوں پھولوں نے ان کی زندگی کو گل گلزار بنا دیا تھا۔ یہ دونوں پھولوں کو دیکھ کر یہ بہت خوش ہوتے۔''

''ایسے مہنگے دور میں ان دونوں کی تعلیم کے لئے بہتر رقم کی ضرورت تھی تاکہ ان کے لئے بہتر سے بہتر تعلیم کا انتظام کیا جاسکے اور روزمرہ کا خرچ پورا کرنے کے لئے ایک بڑے رقم کی ضرورت تھی۔'' ''اس لئے دونوں بلا ناغہ ملازمت کرنے جایا کرتے تھے تاکہ دونوں کی زندگی مسکراتے ہوئے گزرے لیکن جتنی رقم کی ضرورت تھی اتنی رقم مہیا کرنا مشکل ہو رہا تھا۔ یہ غریبی کی دلدل سے نکلنا چاہتے تھے اور ان دونوں کی کوشش جار ہی تھی کہ غریبی ان کو اپنی باہوں میں نہ پناہ دے سکے۔''

''لیکن وقت کی نزاکت بھی عجیب وغریب چیز ہے۔ زندگی میں کب انسان زینہ سے

نیچے کی جانب آ جائے کوئی نہیں جانتا۔ کامران کی زوجہ شازیہ کی بھی اچانک صحت خراب ہو گئی اور وہ ایک ساتھ کئی بیماریوں کی زد میں آ گئی۔ ڈاکٹر نے شازیہ کو آرام کرنے کا مشورہ دے دیا اور شازیہ کا دفتر جانا بھی بند ہو گیا۔ اب صرف کامران دفتر جاتے تھے اور اسی ایک تنخواہ کی رقم سے شازیہ کا علاج بھی کرانا تھا اور روزمرہ کا خرچ بھی مہیا کرنا اور بچوں کی تعلیم کا بھی انتظام کرنا۔''

''کامران کے لئے ایک مصیبت کی گھڑی آ گئی تھی۔ اتنے بڑے خرچ کے لئے اتنی بڑی رقم مہیا کرنا کامران کے لئے بہت مشکل ترین بن گیا تھا۔ لیکن کامران نے بھی اپنی زندگی میں کئی نشیب و فراز دیکھے تھے۔'' ''آنکھوں کے سامنے کامران کے پدر نے آخری سانس ..... لے کر آنکھیں بند کر لی۔ مادر گرامی نے اس فانی دنیا کو الوداع کہا۔ غربت کی وجہ سے اس کا چھوٹا برادر بھی علاج سے محروم ہو گیا اور زمین نے اپنی آغوش میں سلا لیا۔ اب تو صرف ایک بہن تھی جو ایک شمع کی مانند جل رہی تھی اور کامران ہمیشہ یہی چاہتا تھا اس کے ارمانوں کی ڈولی جلد سجا کر اس کو رخصت کر دوں لیکن ہائے رے غریبی جو پیچھا چھوڑنے کا نام نہیں لیتی۔''

''لیکن کسی طرح کامران نے اپنی بہن کی ڈولی سجا کر اسے رخصت کر دیا۔ لیکن یہاں تو تقدیر نے غموں کا پہاڑ کھڑا کر دیا تھا۔ غربت کی وجہ سے جہیز کی فہرست پوری نہیں ہو سکی جس کی وجہ سے بہن ہمیشہ تانا سنتی۔ تانا سنتے سنتے اس کا دل غم سے بھر گیا تھا اور ایک دن کامران کی بہن بھی جان گنواں بیٹھی اور ابھی سہرے کی پھول میں تازگی ہی تھی کہ وہ مرجھا گئے۔ جس کامران نے اپنی زندگی میں اتنی مصیبتیں دیکھی ہوں۔''

''جس کی زندگی میں ایک ساتھ کئی غموں کا پہاڑ ٹوٹ پڑا ہو وہ حالات سے لڑتے لڑتے آہنی دیوار بن چکا تھا۔ وہ جب بھی کھڑا ہوتا ٹوٹ کر بکھر جاتا۔ لیکن کامران نے اپنے عزم و ہمت کا حوصلہ بلند رکھا ہر آنے والے وقت سے ٹکراتا رہا اور ایک سیسہ پلائی

ہوئی دیوار کی طرح مستحکم ہو گیا۔"

"کامران نے بھی فیصلہ کر لیا تھا کہ اب ہر طرح کی مصیبت سے میں بھرپور لڑوں گا۔ میں نے غریبی کی وجہ سے اپنی زندگی میں بہت اتار چڑھاؤ دیکھے لیکن ہمت نہیں ہارا ہوں۔ اب اگر نئی پریشانی آگئی ہے تو میں اس کا بھی مقابلہ کر سکتا ہوں۔ میں اپنی شازیہ کو کسی طرح بھی نہیں کھو سکتا۔ شازیہ ہی تو میری زندگی کا سب کچھ ہے۔ بڑی مشکل سے میں نے اسے پایا ہے۔ میں اسے ہرگز نہیں کھو سکتا چاہے اس کے لئے مجھے کیسے بھی حالات سے لڑنا پڑے اور اسی عزم و حوصلہ کے ساتھ کامران کھڑا رہا۔ اتنے مصائب و آلام کے باوجود بھی اس کے قدم میں جنبش نہیں آئی۔"

"اب کامران نے سوچ لیا کہ مجھے کسی طرح رقم مہیا کر کے شازیہ کی زندگی بچا لینی ہے۔ اور بچوں کی تعلیم کا سلسلہ بھی جاری رکھنا ہے۔ وہ پابندی سے دفتر جایا کرتا تھا اور کچھ وقت نکال کر وہ ٹیوشن پڑھاتا تاکہ زیادہ سے زیادہ رقم مہیا کر سکوں۔ اور کامران رات و دن اسی کام کے لئے وقف ہو چکا تھا جو وقت باقی بچتا اس میں شازیہ کی تیمارداری کرتا۔"

"شازیہ کو اپنے ہاتھوں سے دوا کھلاتا اور ایک وفادار شوہر نامدار کی طرح ہر وقت شازیہ کا خیال کرنا اس نے قسم کھائی تھی کہ شازیہ کو صحت یاب کر کے ہی دم لوں گا اور وہ مسلسل جدوجہد میں لگا رہتا۔"

"کامران پر کافی بوجھ پڑ گیا لیکن وہ ہمت نہیں ہارتا اس نے ہر آنے والے وقت سے مقابلہ کیا۔ زندگی کے ہر پل میں حالات سے لڑتا رہا۔ محنت و لگن سے رقم مہیا کر کے شازیہ کو دوا اور غذا لا کر ہر وقت شازیہ کی خدمت میں پیش کرتا رہا اور اپنے نونہالوں کی تعلیم پر بھی کسی طرح آنچ نہ آنے دی۔" ہر دکھ اور مصیبت کو برداشت کرتا رہا۔"

"زندگی میں ایک وقت ایسا بھی آیا کہ اسے رقم کی کمی ہو گئی اور شازیہ کے علاج کے لئے ایک بڑے رقم کی ضرورت پڑی اس نے سوچا کیا کروں۔ اپنے دفتر میں درخواست

دے دیا کہ مجھے میری زوجہ کی بیماری کے علاج کے لئے 26 ہزار روپے کی ضرورت ہے۔ درخواست منظور ہوگئی اور کامران کو شازیہ کے علاج کے لئے 26 ہزار کی رقم مل گئی اور اس رقم سے شازیہ کا علاج ہونا شروع ہوا۔‘‘ ’’علاج تیزی سے جاری تھا۔ کامران ہر وقت شازیہ کا خیال رکھتا تھا۔

’’کامران کی تمام محنت رنگ لائی اور شازیہ دھیرے دھیرے صحت یاب ہونے لگی۔ دواؤں نے اثر دکھایا اور آنے والے وقت میں شازیہ بالکل صحت یاب ہوگئی اور صرف تھوڑی کمزوری رہ گئی تھی وہ بھی دھیرے دھیرے دور ہوگئی۔ شازیہ کو اب ایک نئی زندگی مل چکی تھی۔‘‘ یہ کامران کی محنت ولگن اور عزم وحوصلہ کا صلہ تھا جو آج شازیہ صحت یاب ہوکر بہترین ازدواجی زندگی گزار رہی تھی۔ اور شازیہ ہمیشہ یہی کہتی کامران یہ آپ کی محنت اور لگن کا صلہ قدرت نے دیا ہے کہ میں صحت یاب ہوگئی۔‘‘

’’کامران اور شازیہ دونوں پھر ایک بار بہترین ازدواجی زندگی گزارنے لگے۔ پھر بہار کا موسم آچکا تھا۔ اب یہ دونوں اسی فکر میں تھے کہ کسی طرح جو دفتر سے قرض لیا گیا ہے اسے ادا کر دیا جائے۔‘‘ کامران اور شازیہ دونوں اپنے اپنے دفتر جانے لگے اور رقم یکجا کرنا شروع کر دیا اور ایک وقت وہ بھی آیا کہ دونوں نے 50 ہزار روپیہ کی رقم جمع کرلی۔ شازیہ نے بھی رقم کو یکجا کرنے میں بہت محنت کی تھی۔ شازیہ نے کامران سے کہا اتنی بڑی رقم لے کر اکیلے دفتر جایئے گا۔ بہت محنت سے یہ رقم یکجا ہوئی ہے۔ اپنے دوست راشد کو فون کر بلالیں۔‘‘

’’نہیں شازیہ میں اکیلے چلا جاؤں گا۔ کوئی پریشانی کی بات نہیں ہے مجھے کوئی خوف نہیں ہے۔ ابھی یہ دونوں گفتگو کر ہی رہے تھے کہ کامران کا دوست راشد آگیا اور اس نے ساری باتیں سن لی۔‘‘ راشد نے کہا کہ کامران اکیلے نہ جاؤ میں تمہارے ساتھ چلوں گا۔ کامران راشد کو ساتھ لے کر جانے کو تیار نہیں تھا لیکن شازیہ نے بہت ضد کیا تو کامران راضی ہوگیا۔‘‘ ’’راشد نے کہا کہ کامران تم کلن میاں کے چائے کی دوکان کے پاس

کھڑے رہنا۔ میں وہاں آجاؤں گا۔ کامران نے حامی بھر دی۔ پھر کامران راشد کے بلائے ہوئے جگہ پر آپہنچا۔ راشد اور کامران ایک ساتھ دفتر کی جانب جانے لگے۔ ایک سنسان گلی سے دونوں گزرنے لگے۔" کامران کو راشد کے ساتھ جانے سے پوا یقین تھا کہ میں اس رقم کو اطمینان سے دفتر پہنچادوں گا۔"

"دونوں سنسان گلی سے گزر رہے تھے کہ اسی درمیان کامران کے دوست راشد نے پیچھے سے کامران کے منہ کو داب کر چاقو سے تابڑتوڑ کئی وار کر دیا اور کامران زمین میں گر گیا۔ خون تیزی سے نکل رہا تھا۔ راشد اس کے جیب سے روپیہ نکال رہا تھا۔ کامران نے غشی کے عالم میں آنکھیں کھولی۔"

"کامران کے تھرتھراتے ہوئے ہونٹوں سے آواز نکل رہی تھی۔ اس کی آواز بیٹھی جا رہی تھی۔ راشد میں نے تم پر بھروسہ کیا تھا میں آج تک کبھی نہیں سوچا تھا کہ ایک دوست بھی ایسا غدار نکل سکتا ہے۔ دوستی کا رشتہ کتنا مضبوط رشتہ ہے۔ راشد تم نے دوستی کے اس مضبوط رشتے پر بدنما داغ لگا دیا اور جو ہم دونوں کی دوستی کی مضبوط دیوار تھی جس پر فخر کیا جاتا ہے اور اس دیوار کو پیسہ کی لالچ میں آکر راشد تم نے وہ مضبوط دیوار ہمیشہ کے لئے بکھیر دی۔"

"یہ کہتے کہتے کامران کی آنکھیں بند ہونے لگیں۔ جسموں سے تیزی سے خون بہا جا رہا تھا۔ اس کی حالت نازک ہوتی جا رہی تھی۔ اسی درمیان پھر جب کرب و بے چینی کے عالم میں اس نے آنکھیں کھولیں تو سامنے اس کی شریک حیات شازیہ خون کے آنسو بہا رہی تھی۔ شازیہ بدحواسی کے عالم میں کامران سے لپٹ گئی۔" یہ سب کیسے ہوا آپ مجھے چھوڑ کر نہیں جا سکتے۔ نہیں شازیہ میں نے تمہیں صحت یاب کر دیا لیکن بازی جیتنے والا بازی ہار گیا۔ شازیہ دوستی کی دیوار بکھر گئی۔ راشد۔ راشد یہ کہتے ہوئے کامران کی آنکھیں بند ہو گئیں۔"

❖❖❖
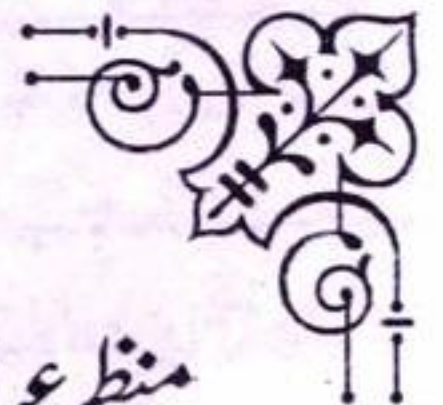
منظر عباس کی وہ کتابیں جو زیر طباعت ہیں:

☆ ''آخری سجدہ'' (کربلا کے عظیم ۷۲ رشہیدوں کا تذکرہ)

☆ ''ناموںمجھدار میں'' (اردو سے متعلق مضامین کا مجموعہ)

☆ ''آسماں کے سارے'' (مضامین کا مجموعہ)

یہ کتابیں منظر عام پر آچکی ہیں:

☆ ''نین ہوئے بے چین'' (افسانوی مجموعہ)

☆ ''ہدایت کی روشنی'' خواتین کے موضوع پر (مضامین کا مجموعہ)

☆ ''چاند کے پار'' (افسانوی مجموعہ)

:پـــــتہ:

پتہ: منظر عباس، نامور ادیب وشاعر، افسانہ نگار، سینئر ممبر العصر آرگنائزیشن (انڈیا)
معرفت پیارے حسن، دریاپور، پوسٹ بانکی پور، پٹنہ ۸۰۰۰۰۴ (بہار)
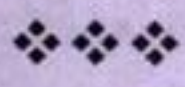
❖❖❖

CHAND KE PAR

Short Stories by
MANZAR ABBAS

حکومت بہار کا ادارہ اردو اکیڈمی سے ادبی خدمات
پر انعامات لیتے ہوئے۔

مرثیہ خوانی مسابقہ میں انعام حاصل کرتے ہوئے۔

ادبی نشست میں شرکت کرتے ہوئے۔

MANZAR ABBAS
C/o. Late Payare Hasan
Moh. Dariyapur
Post. Bankipur
Dist. Patna - 4
Mob. 9308462743